17

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

3 تا 9 مئی 2007ء / 15 تا 21 ربیع الثانی 1428ھ

www.tanzeem.org

قیامت کی اہم چھوٹی نشانیاں

صحیح احادیث کی روشنی میں

① لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی۔ یہ اسلامی فتوحات کی کثرت کے لیے کنایہ ہے۔ ان فتوحات میں کثرت سے لونڈیاں جنگی قیدی کے طور پر ہاتھ لگیں گی۔ لونڈی بچے کو جنم دے گی جو اس کا مالک ہوگا' کیونکہ وہ اس کے مالک کا بچہ ہوگا۔ یا یہ والدین کی نافرمانی کے لیے کنایہ ہے' یعنی بچہ اپنی ماں سے ایسے سختی سے پیش آئے گا جیسے وہ اس کا آقا ہو۔ یہ دونوں باتیں وجود میں آچکی ہیں۔

② برہنہ پا' ننگ دھڑنگ اور محتاج' بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔ [جیسا کہ جزیرۃ العرب (سعودی عرب) والے کررہے ہیں۔]

③ معاملات کو نااہل لوگوں کے سپرد کردینا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب معاملات نااہل لوگوں کے حوالے ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

④ قتل و غارت کی کثرت۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ''بیشک قیامت سے پہلے وہ زمانہ بھی آئے گا جب جہالت ڈیرے ڈال دے گی' علم اٹھ جائے گا۔ جب حرج (اضطراب) کثرت سے ہوگا۔ اور حرج سے مراد قتل ہے۔

⑤ مے نوشی اور اس کے لیے دوسرے نام استعمال کرنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام بدل دیں گے''۔

⑥ گانے بجانے کو جائز سمجھنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم' مے نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔

⑦ فحش کاری اور فحش گوئی کا ظہور۔

⑧ زمانوں کا تقارب۔ یعنی وقت سے برکت کا اٹھ جانا۔

⑨ زلزلوں کی کثرت۔ مصر کے موسمی تحقیقات کے کسی کارکن کا قول ہے کہ زمین تو اب مستقل طور پر لرزتی رہتی ہے۔

⑩ فتنوں کا ظہور اور ان کے شر کا عام ہونا۔ آپؐ نے فرمایا: ''قیامت اس وقت آئے گی جب علم سمیٹ لیا جائے گا' زلزلے کثرت سے آنے لگیں گے' فتنوں کا ظہور ہوگا اور حرج یعنی قتل بڑھ جائے گا۔

⑪ جب تمام قومیں متفقہ طور پر امت مسلمہ پر پل پڑیں گی جیسے کھانے والے ایک پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔

امت مسلمہ کی عمر

امین محمد جمال الدین

اس شمارے میں

دیر آید درست آید

اسلامی فلاحی ریاست

جامعہ حفصہؓ کی انتظامیہ اور......

دنیا کے جادو

عدلیہ کا جواں مرد

پانچ قوتیں' چھ کلمے

وقت آ گیا ہے!

تفہیم المسائل

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

نامے میرے نام

الھدیٰ (277)

سورۃ المائدہ

(آیات: 94 تا 96)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (94) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ
ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا ۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ
فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (95) اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ
حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (96)﴾

''مومنو! کسی قدر شکار سے جن کو تم ہاتھوں اور نیزوں سے پکڑ سکو اللہ تمہاری آزمائش کرے گا' (یعنی حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت سے) تاکہ معلوم کرے کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے۔ تو جو اس کے بعد زیادتی کرے' اُس کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے۔ مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا اور جو تم میں سے جان بُوجھ کر اُسے مارے تو (یا تو اُس کا) بدلہ (دے اور وہ یہ ہے کہ) اُسی طرح کا چار پایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں' قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے۔ (اور) جو پہلے ہو چکا وہ اللہ نے معاف کر دیا۔ اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو اللہ اُس سے انتقام لے گا۔ اور اللہ غالب اور انتقام لینے والا ہے۔ تمہارے لئے دریا (کی چیزوں) کا شکار اور اُن کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے (یعنی) تمہارے اور مسافروں کے فائدے کے لئے۔ اور جنگل (کی چیزوں) کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں رہو تم پر حرام ہے۔ اور اللہ سے جس کے پاس تم (سب) جمع کئے جاؤ گے ڈرتے رہو۔''

اس سورۃ مبارکہ کے شروع میں آیا تھا کہ جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اپنے بندوں کا سخت ترین امتحان لیتا ہے۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اللہ تعالیٰ تمہیں لازماً آزمائے گا' شکار کے ذریعے جن کو تمہارے ہاتھ یا تمہارے نیزے آسانی سے پالیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ اللہ دیکھ لے کہ کون ہیں وہ لوگ جو غیب میں ہوتے ہوئے بھی اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ فرض کیجئے' حاجیوں کا ایک قافلہ جا رہا ہے۔ انہوں نے احرام باندھ رکھے ہیں۔ بھوک لگی ہے اور مسافرت میں کھانے کے لئے کچھ نہیں رہا۔ ایک ہرن اٹھکیلیاں کرتا ہوا پاس آیا۔ وہ ہاتھ سے بھی پکڑ سکتے ہیں اور نیزے سے بھی شکار کر سکتے ہیں مگر احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت ہے' انہیں چاہیے کہ وہ صبر کریں اور اس آزمائش میں پورے اتریں۔ اب ظاہر ہے کہ جس کے دل میں ایمان ہو گا وہ اپنی بھوک برداشت کر لے گا مگر اللہ کے حکم کو نہیں توڑے گا۔ پس اگر کوئی ممانعت کے باوجود صبر نہ کر سکا اور حدود سے تجاوز کا ارتکاب کر بیٹھا تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

دیکھو' اے اہل ایمان! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو اور جو کوئی تم میں سے جان بوجھ کر قتل کر بیٹھے تو پھر اُس کا کفارہ ہو گا۔ کفارہ یہ ہے کہ ویسا ہی ایک حیوان/چوپایہ اللہ کی راہ میں صدقہ کیا جائے۔ اگر ہرن مارا ہے تو بکری یا بھیڑ' اگر نیل گائے ماری ہے تو گائے/بیل اسی قسم اور سائز کا جانور دینا ہو گا۔ اس بات کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر آدمی دیں کہ ہاں یہ جانور اُس جانور کے برابر ہے' جو شکار کیا گیا ہے' اور اب یہ جانور ھدی ہے' اسے کعبے تک پہنچنا ہے' یہ کعبے کی نذر ہو گا۔ کفارہ کی دوسری صورت کچھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔ فقہاء کے مطابق یہ صدقہ فطر کی مقدار میں ہے' یا پھر اتنے ہی روزے رکھنا۔ ہاں اس طرح کا کام جو پہلے ہو چکا' وہ ہو چکا۔ اللہ نے اُسے معاف کر دیا لیکن جو اب وہی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لے گا اور یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا ہے۔ البتہ دریا اور سمندر کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔ حاجی حالت احرام میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے آ رہے ہیں۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ مچھلی کا شکار کر لیں۔ دریا کا کھانا تمہارے لئے اور دوسرے سب مسافروں کے لئے بڑا اچھا اور مفید ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہی Sea food دنیا میں معروف' محبوب اور مقبول غذا ہے۔ یہ کئی بیماریوں سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ یہ اب پوری دنیا میں غذا کا ایک نیا خزانہ ہے جو سامنے آیا ہے۔ بہرحال مچھلی کا شکار احرام کی حالت میں کیا جا سکتا ہے مگر خشکی پر شکار کرنا تمہارے لئے حرام کر دیا گیا ہے' جب تک تم احرام میں ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کئے رکھو' جس کی طرف تمہیں لازماً جمع کر دیا جائے گا اور ان پابندیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

فرمان نبویؐ

دنیا سے محبت کرنے کا نقصان

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى)) (مشکوٰۃ)

حضرت ابی موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص دنیا سے پیار کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو ضرور نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرور بگاڑتا ہے۔ لوگو! دائمی کو عارضی پر ترجیح دو۔''

تشریح: دنیا فانی ہے' اس جہانِ رنگ و بو میں پیدا ہونے والا انسان آخر کتنی عمر پاتا ہے؟ آخرت کی زندگی دائمی ہے' اس کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں' وہاں کسی پر موت نہ آئے گی۔ جو لوگ دنیا کی چند روزہ زندگی میں شیطان کی راہ پر چلتے ہوئے ہر طرح کے مادی فائدے اور عیش و آرام کے اسباب مہیا کر لیتے ہیں وہ آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور جن کی تگ و دو کا ہدف یہ ہو کہ ''اللہ کے لئے جینا ہے اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہونا ہے'' وہ دنیا پرستوں کی طرح خوش حال نہیں ہو سکتے۔ وہ ہر طرح کی تکلیف اور نقصان تو برداشت کر لیتے ہیں لیکن کوئی ایسا کام نہیں کرتے جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا ہو۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر"

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 17
3 تا 9 مئی 2007ء
15 تا 21 ربیع الثانی 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیر آید درست آید

غرناطہ کے آخری مسلمان حکمران جب غرناطہ کو خیر باد کہہ رہے تھے تو آنکھوں میں آنسو لیے پلٹ پلٹ کر دیکھتے تھے۔ اس پر اُن کی والدہ نے ایک تاریخ ساز جملہ کہا: ''اگر تم مردوں کی طرح اپنی مملکت کی حفاظت کرتے تو آج عورتوں کی طرح رو نہ رہے ہوتے''۔ ہمیں یہ تاریخی جملہ اس وقت یاد آیا جب لاپتہ افراد کے کیس کی سماعت کے دوران ایک دکھیاری ماں نے چیخ و پکار کی اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہا' میرا اکلوتا بیٹا مجھے لوٹا دو۔ میں اسے لے کر پاکستان چھوڑ جاؤں گی۔ خدا کے واسطے مجھے میرا بیٹا واپس دلا دو' وگرنہ مجھے قبر میں کون اتارے گا۔ اس پر حاضرین پر سکتہ طاری ہوگیا۔ خود جج صاحب اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ کاش! ہماری جوڈیشری نے روزِ اوّل سے عدلیہ کے وقار کی خاطر آمروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہوتا۔ اگر مولوی تمیز الدین کیس میں سپریم کورٹ سندھ ہائی کورٹ کا فیصلہ برقرار رکھتی' اگر 1956ء کے آئین کو پاؤں تلے روندنے پر جج حضرات عدالتوں سے باہر آ جاتے اور پی سی او کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے تو شاید یہ دن دیکھنے نہ پڑتے۔ ماضی میں عدلیہ نے نظریہ ضرورت کو جنم دیا' پھر اسے پال پوس کر اتنا توانا کر دیا کہ یہ جن ریاست کے تمام اداروں کو ٹکریں مار کر ڈھیر کرتا چلا گیا۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے اور حق گوئی کا تقاضا ہے کہ ہم اسے تسلیم کریں کہ دیر آید درست آید کے مصداق بالآخر کسی کو غیرت آئی ہے تو وہ عدلیہ ہی کا مردِ جوان صد افتخار ہے جس نے باوردی جرنیل صدر کو ٹکا سا جواب دیا ہے' اور ڈٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے استقامت دے۔ شاید اس کا ڈٹ جانا پاکستان کی تاریخ کا رخ موڑ دے۔ یہ اعزاز بھی عدلیہ کے ایک رکن کو حاصل ہوا ہے کہ وہ مظلوم کے ساتھ مل کر رویا تو ہے۔ مظلوم کے لیے کچھ کر گزرنے کا احساس تو ہے۔ ماضی میں اپنے ادارے کی کارکردگی پر ندامت تو ہے۔

دوسرے اداروں اور افراد کا حال بدتر ہے۔ سیاست دان ساٹھ سال میں اپنی ذات سے اوپر نہیں اٹھ سکا' اپنے پاؤں سے آگے دیکھ نہیں سکا۔ وہ بہت پست قد ثابت ہوا ہے۔ مذہبی اجارہ داروں نے اسلام کی بجائے اسلام آباد کو ہدف بنا رکھا ہے۔ پھلنے پھولنے کا موقع وہ بھی نہیں گنواتے۔ دیکھنے کو وہ متحد ہیں لیکن اُن کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ صحافت بھی اب ریاست کا ایک ستون ہے۔ یہاں کچھ اچھے لوگ ضرور ہیں' مگر راج یہاں بھی لفافہ صحافت کا ہے۔ پھر یہ کہ اخبار بکنا چاہیے' اشتہار ملنا چاہیے' فحاشی پھیلتی ہے' عریانی کا چرچا ہوتا ہے تو ہمیں کیا۔ کردار کشی اور بلیک میلنگ کا دور دورہ ہے۔ یہ سب کچھ بھی ہے اور سیاست دان مذہبی اجارہ دار اور صحافی حالات کا رونا بھی رو رہے ہیں۔ ہم نے ان میں سول اور فوجی بیورو کریسی کا ذکر نہیں کیا' اس لیے کہ یہ اصل ستم گر ہیں۔ یہ ابھی رو بھی نہیں رہے۔ ان کے بند ایئر کنڈیشنڈ کمروں سے ان کے قہقہوں کی آواز ستم رسیدہ عوام کے سینے چیر جاتی ہے۔ ابھی بھی ان کے سگاروں کا دھواں عوام کی آنکھوں سے پانی رواں کیے ہوئے ہے۔ ملک غلام محمد' سکندر مرزا' ایوب خان' یحییٰ خان' ضیاء الحق اور پرویز مشرف کا اسی قبیلے سے تعلق ہے۔ یہاں کچھ سوالات اٹھتے ہیں کہ کیا پاکستان کی پیدائش میں کوئی خرابی مضمر ہے؟ کیا ہمیں سیاسی طور پر بالغ ہونے سے پہلے آزادی مل گئی؟ کیا ایسا تو نہیں کہ سیکولرازم کے شکنجے میں جکڑی ہوئی دنیا میں نظریاتی ریاست جگہ بنا نہیں پا رہی۔ کیا غیروں کا یہ دعویٰ درست تو نہیں کہ ''پاکستان ابھی اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں ہے؟''

آخر کوئی وجہ تو ہے کہ ہمارے ساتھ آزاد ہونے والے دنیا کے بہت سے دوسرے ممالک ہم سے کہیں آگے ہیں۔ سیاست میں' معیشت میں' عدالت میں' ہم ہر میدان میں بازی ہار چکے ہیں۔ دور کیوں جائیں' اپنے دو ہمسائے بھارت اور چین پر نظر ڈال لیں۔ ہم اکٹھے آزاد ہوئے' ہمارے ان دونوں ہمسایوں کو ایک ایک ارب سے زائد افراد کی بود و باش اور زندگی کی دوسری ضروریات کا انتظام و انصرام کرنا ہوتا ہے۔ بھارت اپنے ملک سے جاگیرداری نظام بھی ختم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس کی معیشت کا حال یہ ہے کہ وہ ان ممالک میں شامل ہوگیا ہے جن کی مالیت کھرب ڈالر سے زائد ہے۔ وہ جمہوری اداروں کو مستحکم کرنے میں بھی کامیاب ہوگیا ہے۔ وہ روس اور امریکہ کا دوست تو بنا لیکن کبھی کسی کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دی۔ اس نے آزادی سے لے کر آج تک اپنی سرزمین کا ایک انچ بھی نہیں کھویا۔ چین کی معاشی اور عسکری قوت سے امریکہ خوف زدہ (باقی صفحہ 16 پر)

سید قاسم محمود

رُباعیات

بالِ جبریل

گیارھویں رباعی

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری!
رہا صوفی گئی روشن ضمیری!
خُدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ
نہیں ممکن امیری بے فقیری!

اِس رباعی کا مضمون پچھلی رباعی سے مربوط ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت یہ ہے کہ نہ اِن میں ایمان کا رنگ باقی ہے اور نہ اِن کو دنیا میں سروری اور حکومت حاصل ہے۔ صوفی تو بہت سے موجود ہیں‘ لیکن اِن میں روشن ضمیری یا روحانیت کی شان نظر نہیں آتی‘ اس لیے اے مسلمان‘ تُو اللہ سے اُسی شانِ فقر کے حصول کی دُعا کر‘ جو تیرے اسلاف میں پائی جاتی تھی‘ کیونکہ جب تک تیرے اندر فقیری کی شان پیدا نہیں ہوگی‘ تُو امیری نہیں کرسکتا۔ یہاں ”امیری“ سے اقبال کی مُراد خلافتِ اِلٰہیہ ہے اور اس کے لیے ایمان اور عملِ صالح شرط ہے۔

بارھویں رباعی

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

مطلب یہ ہے کہ جب مومن‘ دنیا والوں سے ملتا جلتا ہے تو اہلِ عالم کے لیے اس کا وجود سراپا خیر و برکت اور موجبِ رحمت ہوتا ہے۔ اس کی پبلک لائف آنحضرتؐ کی حیاتِ مبارکہ کا مظہر ہوتی ہے‘ یعنی اس کی جلوت میں شانِ محمدی کا رنگ نظر آتا ہے‘ یعنی ایک دنیا اُس کی ذات سے فیض یاب ہوتی ہے۔ اور جب وہ اپنے حُجرے میں تنہائی کی زندگی بسر کرتا ہے تو اُس کی خلوت میں شانِ ایزدی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے‘ یعنی دنیا والے اُس کے دروازے پر اپنی اپنی ضرورتیں لے کر حاضر ہوتے ہیں اور وہ بلا امتیاز مذہب و ملت اور لوگوں کے کام کرتا ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ مومن بوریا نشین ہوتا ہے‘ لیکن ایک دنیا اُس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتی ہے اور اس کے دروازے پر دست بستہ حاضر رہتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانے میں بڑے بڑے بادشاہ فقیروں کے آستانے پر حاضر ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ مُلّا عبدالحمید لاہوری نے شاہجہاں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے اپنی ساری عمر درویشوں کی آستاں بوسی میں بسر کی ہے اور اپنی مملکت کے طول و عرض میں‘ جہاں کہیں کسی درویش کی شہرت سُنی‘ میں ضرور اُس کی خدمت میں حاضر ہُوا‘ لیکن صرف دو درویشوں کو رُوحانیت کے اُس بلند مقام پر پایا کہ میری مملکت میں اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ ایک حضرت شیخ فضل اللہ بُرہان پوری‘ دوسرے حضرت شیخ میاں میر لاہوری۔

”خودی کی زد میں ہے ساری خُدائی“ اِس مصرعے کا مطلب یہ ہے کہ مومن ساری کائنات کو مسخر کرسکتا ہے۔ ”عرش و کُرسی“ کی تسخیر سے مُراد یہ ہے کہ مومن کی رسائی یہاں تک ہوسکتی ہے۔ یعنی مومن مقربِ بارگاہِ الٰہی ہوسکتا ہے۔ درحقیقت عرش و کُرسی کا خودی کی زد میں ہونا‘ یہ شاعرانہ انداز بیان ہے۔ یہاں لفظی معنی مُراد نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن عرش تک پہنچ سکتا ہے‘ اور اس میں اشارہ ہے واقعۂ معراج کی طرف جو غایتِ شہرت کی بناء پر محتاجِ تشریح و تعارف نہیں ہے۔

تیرھویں رباعی

نگہ اُلجھی ہوئی ہے رنگ و بُو میں
خرد کھوئی گئی ہے چار سُو میں!
نہ چھوڑ اے دِل فغانِ صبحگاہی!
اماں شاید ملے اللہ ھُو میں!

اِس بلیغ رباعی میں اقبال نے انسان کی تینوں قوتوں پر تبصرہ کیا ہے۔ اقبال کے فلسفے کی رُو سے انسان میں تین قوتیں ہیں: نگاہ یعنی حواسِ خمسہ۔ خرد یعنی عقل یا قوتِ مدرکہ اور فغاں یعنی عشق۔

اقبال کہتے ہیں کہ اے انسان! تیرے حواس کی کیفیت تو یہ ہے کہ وہ رنگ و بُو میں اُلجھے ہوئے ہیں۔ یعنی اُن کا تقاضا یہ ہے کہ تُو ہر وقت دنیا کی فانی دلچسپیوں میں گرفتار رہے‘ اور ان میں اِس طرح اُلجھ جائے کہ آخر دم تک خلاصی نہ پا سکے‘ اور تیری عقل ہر وقت کائنات کے مسائل کے حل کرنے میں منہمک رہتی ہے‘ لیکن اِن کا حل اِس کی طاقت سے باہر ہے‘ کیونکہ وہ تو زمان و مکاں کی قید میں ہے۔ چنانچہ اس حقیقت کو ”ضربِ کلیم“ میں یوں بیان کیا ہے:

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری!
نہ ہے زمان نہ مکاں‘ لاالٰہ اِلّا اللہ

اور ”پیامِ مشرق“ میں اس بات کو اس طرح واضح کیا ہے:

زماں زماں شکند آنچہ می تراشد عقل
بیا کہ عشق مسلمان و عقل زناری است

پس اِن دونوں کی مدد سے تجھ کو اطمینان حاصل نہیں ہوسکتا‘ اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ تُو عشق کی پیروی کر۔ یقیناً اس کی بدولت تجھے اماں (طمانیت) حاصل ہوسکتی ہے‘ کیونکہ عشق تجھ کو رنگ و بُو اور چار سُو‘ دونوں سے نجات دے کر اللہ سے واصل کرسکتا ہے اور اس کی یاد سے انسان کو اطمینان حاصل ہوسکتا ہے۔ اقبال نے نگاہ کے لیے ”اُلجھی ہوئی“ اور عقل کے لیے ”کھوئی ہوئی“ کی ترکیب استعمال کی ہے۔ یعنی نگاہ کی بدولت انسان مناظرِ کائنات میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے اور عقل کی بدولت مسائلِ حیات میں گم ہو جاتا ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اِن دونوں کی بدولت خُدا سے غافل ہوجاتا ہے۔ اس حقیقت کی تصدیق انسانی زندگی کے مطالعے سے بآسانی ہوسکتی ہے۔ ہر شخص حواس اور عقل کی پیروی ہی کی بناء پر سکونِ قلب سے محروم ہے۔ مطمئن وہی ہے جو عشق کی پیروی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

اسلامی فلاحی ریاست

حکومتی حلقے گاہے گاہے ایسے بیانات دے رہے ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ روشن خیالی اور جدیدیت کے خوشنما عنوانات کے تحت جو اقدامات وہ کر رہے ہیں اُن کا مدعا اسلامی فلاحی ریاست کی طرف پیش قدمی ہے' حالانکہ حکمرانوں کے اقدامات پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے لئے ہیں۔ اسلامی فلاحی ریاست تو وہ ریاست ہوتی ہے جس میں قرآنِ حکیم اور سنت رسول ﷺ کو غیر مشروط بالادستی حاصل ہو' اور جو عوام کی بنیادی ضروریات کی کفیل ہو۔

مسجد دارالسلام' باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 27 اپریل 2007ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد!]

حضرات! میری آج کی گفتگو کا عنوان ہے: اسلامی فلاحی ریاست کا حقیقی مفہوم۔ اسلامی فلاحی ریاست کی اصطلاح ہمارے ہاں بکثرت استعمال ہوتی ہے۔ یہ بات بتکرار کہی جاتی ہے کہ پاکستان کی منزل اسلامی فلاحی ریاست کا قیام ہے۔ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح کے بے شمار بیانات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ قیام پاکستان کے جدوجہد کے ذریعے ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ مصورِ پاکستان علامہ اقبال نے پاکستان کا جو تصور دیا' وہ بھی ایک اسلامی فلاحی ریاست کا تصور تھا۔ ہمارے حکومتی حلقے بھی گاہے گاہے یہ بیانات دے رہے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں' وہ سب اسلامی فلاحی ریاست کی طرف پیش قدمی ہے۔ جیسا کہ حال ہی میں وزیراعظم شوکت عزیز نے کہا ہے۔ حکمران ایسے بیانات سے عام آدمی کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ روشن خیال اعتدال پسندی اور جدیدیت کے خوشنما عنوانات کے تحت جو اقدامات وہ کر رہے ہیں' اُن کا مدعا اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل ہے۔

اِس صورتحال سے عام آدمی کے ذہن میں سوالات پیدا ہو رہے ہیں کہ اسلامی فلاحی ریاست کیا ہوتی ہے۔ اِس کے خدوخال کیا ہیں۔ اِس میں اتھارٹی کیسے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اسلامی فلاحی ریاست کا حقیقی مفہوم واضح کیا جائے۔

ایک اصولی بات یہ ہے کہ امت مسلمہ جسے اللہ تعالیٰ نے ''خیرامت'' کا لقب عطا فرمایا' اُسے جس اجتماعی جدوجہد کا حکم ہوا (وجاهدوا في الله حق جهاده) اُس کا آخری ہدف اسلامی فلاحی ریاست اور نظام خلافت کا قیام ہے (اگرچہ انفرادی طور پر ایک مسلمان کی ہر کوشش کا مقصد اور منتہائے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے' تاکہ وہ اُخروی نجات حاصل کر سکے)۔

اسلامی ریاست ایسی مملکت کا نام نہیں کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ اور مسلمانوں کی وہ ریاست بھی پورے طور پر اسلامی نہیں کہلا سکتی' جہاں محض اقامت صلوٰۃ اور نظام زکوٰۃ قائم ہو۔ اسلامی ریاست کا اصل الاصول یہ ہے کہ اُس میں فیصلوں اور حکمرانی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہو۔ دستور اور آئین اُسی کے ضابطے کے مطابق تشکیل پائیں۔ حاکمیت اعلیٰ کا اختیار نہ تو ایک انسان کے پاس ہو اور نہ ہی انسانوں کے کسی گروہ کے پاس ہو' بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کو دیا جائے' کیونکہ جب زمین خدا کی ہے تو اُس پر حکم بھی اُسی کا چلنا چاہیے۔

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کی عملی صورت یہ ہے کہ ریاست میں قرآن و سنت کی' جو شریعت اسلامی کے بنیادی ماخذ ہیں' غیر مشروط بالادستی تسلیم کی جائے۔ زندگی کے ہر معاملے میں قرآن و سنت ہی آخری قانون ہو۔ دستورِ پاکستان میں جو چیزیں قرآن و سنت کے منافی ہوں' انہیں نکال دیا جائے۔ معاشی نظام ان سے متصادم ہو' تو اِس کی اصلاح کی جائے۔ عدالتی نظام میں قرآن و سنت کے برعکس چیزوں کو کھرچ دیا جائے' تاکہ ہر سطح پر عملاً اللہ کی کتاب اور اُس کے نبی ﷺ کی سنت کو غیر مشروط بالادستی حاصل ہو جائے۔ اگر یہ کہا جائے کہ شریعت کو بالادستی تو حاصل ہو گی' مگر یہ مشروط ہو گی' تو یہ طرزِ عمل اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ جونیجو دورِ حکومت میں ایک شریعت بل پاس کیا گیا' مگر طے کیا گیا کہ اگر شریعت اسلامی کی کوئی شق موجودہ سیٹ اپ سے متصادم ہوئی تو وہ غیر موثر ہو گی اور ایسی صورت میں بالادستی موجودہ نظام کو حاصل ہو گی۔ یہ طرزِ عمل ظلم ہے۔ اسلامی ریاست میں قانونِ شریعت کی بالادستی غیر مشروط ہونی چاہیے۔ قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے لئے سورۃ الحجرات کی یہ آیت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ (آیت: 1)

''مومنو! (کسی بات کے جواب میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔''

اللہ تعالیٰ نے جو احکام شریعت عطا کئے' جو حدود اور ضابطے مقرر کئے اور حلال و حرام کے متعلق جو تعلیمات دی ہیں' اُن کی پابندی ضروری ہے۔ فرائض و واجبات کی تعمیل اور حرام امور سے اجتناب کرنا ہر مسلمان کے لئے لازم ہے۔ متذکرہ بالا آیت کی تشریح میں آپؐ نے فرمایا کہ ''مومن کی مثال تو ایک گھوڑے کی سی ہے جو ایک کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔'' جس طرح بندھا ہوا گھوڑا ایک خاص دائرے میں تو آزاد ہوتا ہے' مگر اُس دائرے سے باہر نہیں جا سکتا' اِسی طرح اگرچہ ایک مسلمان کو بہت سے امور میں آزادی ہے مگر جہاں شریعت نے دائرہ کھینچ دیا' وہ اُس سے باہر نہیں جا سکتا۔

اہل ایمان سے پابندی شریعت کا یہ طرزِ عمل انفرادی زندگی میں ہی نہیں بلکہ بھی حیات اجتماعی میں بھی مطلوب ہے۔ اسلامی ریاست میں اُن معاملات اور امور میں جہاں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے احکامات نہیں دیئے' مسلمانوں کے حکام قانون سازی میں آزاد ہیں' مگر ایسے معاملات جہاں انہیں شریعت نے احکامات دے دیئے ہیں' وہاں انہیں شریعت سے متصادم قانون سازی کا ہرگز اختیار نہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے جو حد بندی قائم کر دی ہے' اُسے کوئی پھلانگ نہیں سکتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم نے جمہوری نظام قائم کیا ہے اور ہمارے ملک کے سوفی صد عوام چاہتے ہیں کہ شراب کی اجازت دی جائے' فحاشی و عریانی عام کر دی جائے' تو بھی وہ ایسا نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور قرآن و سنت کی بالادستی کے اصول کی بنیاد پر جو نظام تشکیل پائے گا' اُس کا حاصل یہ ہو گا کہ ملک میں کامل عدل و انصاف اور مثالی امن و امان ہو گا۔ لوگوں کے حقوق محفوظ ہوں گے۔ کسی شخص کو بھی بے انصافی اور ظلم و زیادتی کا اندیشہ نہ ہو گا۔

نظام اسلامی کے تحت جو سماجی اور معاشرتی نظام دیا گیا ہے' اُس کی نہایت اہم شق مساوات ہے۔ یعنی کوئی شخص نسلی اعتبار سے برتر نہیں۔ لسانی اور علاقائی بنیاد پر کسی کو فضیلت حاصل نہیں۔ رنگ روپ کی بنیاد پر کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں ہے۔ سب لوگ برابر ہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے

موقع پر فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ فضیلت کی بنا تقویٰ ہے۔

اس نظام میں مرد و عورت کے مابین بھی انسانی بنیاد پر مساوات پائی جاتی ہے' شریعت نے دونوں کے حقوق و فرائض واضح کیے ہیں۔ دونوں اپنے اعمال کے لئے روزِ محشر یکساں طور پر جوابدہ ہوں گے' البتہ مرد و عورت کے دائرہ کار جدا جدا رکھے گئے ہیں' اور اسی اعتبار سے اُن حقوق و فرائض کا تعین بھی کیا گیا ہے۔

معاشی میدان میں تمام افراد کو ملکی وسائل سے استفادہ کے یکساں مواقع ملنے چاہئیں۔ ضروری ہے کہ تمام افراد کو بنیادی ضروریات زندگی میسر آئیں اور کوئی بھی اُن سے محروم نہ رہے۔ ایسا نظام وضع کیا جائے جس میں دولت زیرِ گردش رہے۔ سرمایہ داری کی بجائے سرمایہ کاری کو فروغ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے۔ کیونکہ اِس کے نتیجے میں معاشی توازن خطرناک حد تک بگڑ جاتا ہے۔ امیر امیر تر ہوتا جاتا ہے۔ یہ طبقہ غریب عوام کے ٹیکسوں پر عیاشیاں کرتا ہے جبکہ دوسری طرف غریب عوام کی غربت و افلاس اور بھی بڑھتی چلی جاتی ہے' اِس کی نمایاں تصویر ہماری سوسائٹی ہے۔ ہمارے ملک میں ایک مخصوص طبقہ عیاشیوں اور خرمستیوں میں مگن ہے جبکہ مڈل کلاس بڑی تیزی سے خطِ غربت سے نیچے جا رہی ہے۔ اور جو لوگ پہلے سے ہی محروم ہیں' وہ محروم تر ہوتے جا رہے ہیں' اور ظالمانہ معاشی نظام کے سبب غربت اور افلاس سے تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔

اسلامی ریاست کا سیاسی نظام جن خطوط پر استوار ہوگا' اُن میں سے اہم اصول درج ذیل ہیں:

اطاعت امیر: اسلامی ریاست کے باشندوں کے لیے ریاست کے امیر کی اطاعت لازم ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اطاعت امیر کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (النساء:59)

''مومنو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں ان کی بھی۔''

اسلام میں اِس امر کی کوئی پابندی نہیں کہ طرزِ حکومت کون سا اختیار کیا جائے۔ کوئی بھی طرز حکومت اپنایا جا سکتا ہے۔ (اگرچہ صدارتی نظام روح شریعت سے قریب تر معلوم ہوتا ہے۔) تاہم اسلامی ریاست کے سربراہ کی اطاعت ضروری ہے۔

شورائیت: اسلامی ریاست کا ایک اور اہم اصول شورائیت ہے۔ مسلمانوں کے معاملات باہم مشورے سے طے ہوں گے۔ جیسے فرمایا:

﴿ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ ﴾ (الشوریٰ:38)

''اور وہ اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔''

اصحاب امر سیاہ اور سفید کے مالک نہیں ہوتے کہ جو چاہیں قانون بنائیں' جیسے چاہیں کریں' بلکہ وہ ایسے تمام معاملات بھی جن میں انہیں قانون سازی کا اختیار ہوتا ہے' مسلمانوں کے مشورے سے طے کریں گے۔ جیسا کہ خلافت راشدہ میں خلفاء کیا کرتے تھے۔

نفاذ حدود الٰہی: اسلامی ریاست میں خلفاء کے لئے ضروری ہے کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ کریں۔ معاشرے میں امن و امان کا قیام بھی اِسی ذریعے ممکن ہے۔ اِسی طرح لوگوں کے مابین عدل و انصاف بھی حدود الٰہی کے نفاذ ہی سے ہو سکتا ہے۔ افسوس ہمارے ہاں ایسے سیکولر لوگ کرسی اقتدار پر فائز رہے ہیں جو اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے تھے۔ بدقسمتی سے آج بھی ملک پر اسی قسم کا گروہ مسلط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پاکستان اسلامی ریاست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اسلامی حدود کو نافذ نہیں کرتے تو اِس ملک میں کہاں کا اسلام اور کیسا نفاذ شریعت' پھر ملک کو اسلامی ریاست کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

محکمہ امر بالمعروف و نھی عن المنکر: اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اس کا خاص امتیاز یہ ہے کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ معاشرے میں نیکی کا فروغ اور برائی اور جرائم کی بیخ کنی اُس کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ معاشرے کی تشکیل میں سماجی اقدار (Social Values) کا بڑا دخل ہوتا ہے۔ اسلام کی سماجی اقدار میں ستر و حجاب' شرم و حیا' ادب و احترام اور تکریم انسانیت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مغرب کے ثقافتی ڈھانچے میں معاملہ اِس کے یکسر برعکس ہے۔ وہاں عریانیت' بے حیائی اور فحاشی کا چلن عام ہے' شراب نوشی اور قحبہ گری عام ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلامی سماجی اقدار کو پروموٹ کرے اور اِس سے متصادم اقدار کی بیخ کنی کے لئے مناسب اقدامات کرے' تاکہ معاشرہ صحیح اسلامی اصولوں اور مضبوط بنیادوں پر قائم رہے' اسلامی ثقافت ترقی کرے اور دینی تہذیب کو فروغ ملے۔ اسلامی ریاست میں یہ

پریس ریلیز

27 اپریل 2007ء

" قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی اور عوام کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کے بغیر پاکستان اسلامی فلاحی ریاست نہیں کہلا سکتا۔ "

حافظ عاکف سعید

وزیر اعظم شوکت عزیز کے اس بیان پر کہ حکومت پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے کوشاں ہے' امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ایسی ریاست کو جہاں قرآن وسنت کی بالادستی عملاً تسلیم نہ کی جاتی ہو' جہاں عوام کو عدل و انصاف میسر نہ ہو' جہاں امن عامہ کی صورت ہولناک حد تک خراب ہو' جہاں عوام بنیادی ضرورتوں سے محروم اور مہنگائی کے ہاتھوں لاچار ہوں' اسلامی ریاست کہنا حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ اگرچہ یہ امر واقعہ ہے کہ مصور پاکستان علامہ اقبال اور معمار پاکستان قائداعظم دونوں کے نزدیک پاکستان کے قیام کا اصل مقصد ایک فلاحی اسلامی ریاست کا قیام تھا' لیکن موجودہ حکومت کے اقدامات ہرگز وزیر اعظم کے بیان کی توثیق نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ حکمران طبقہ آج روشن خیالی کے نام پر اسلامی تعلیمات اور قوانین کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ وزیر اعظم اور صدر جنرل پرویز مشرف جس تصور اسلام کی بات کر رہے ہیں وہ ہرگز ناقابل قبول ہے۔ قرآن و سنت کی تشریح کا حق صرف ان علمائے کرام کو حاصل ہے جو قرآن وسنت کا صحیح معنوں میں علم رکھتے ہیں۔ حافظ سعید نے کہا کہ اسلامی فلاحی ریاست کی عملی شکل یہ ہے کہ ملک میں قرآن وسنت کی غیر مشروط بالادستی قائم ہو' تاکہ پورا اجتماعی نظام قرآن وسنت کے تابع ہو جائے۔ تمام انسانوں کو سماجی طور پر برابری کا درجہ دیا جائے۔ ریاست کے تمام لوگوں کو معاشی میدان زندگی میں یکساں مواقع فراہم کیے جائیں۔ مسلمانوں کے اجتماعی معاملات باہم مشاورت کی بنیاد پر طے ہوں۔ نفاذ شریعت' تنفیذ حدود الٰہی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ حکومتی سطح پر ادا کیا جائے۔ حکومت کا کام عوام کی خدمت اور اسلامی اقدار کا فروغ ہو نہ کہ اس کو نقصان پہنچانا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام شہریوں کو بنیادی ضروریات زندگی فراہم کرنا' رعایا کی کفالت' علاج معالجہ' ضروری تعلیم اور بے روزگاروں کے لیے روزینہ کا انتظام کرنا بھی اسلامی فلاحی حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ ساٹھ برسوں میں پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست نہ بنانے کا ذمہ دار صرف حکمران طبقہ ہی نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی پوری قوم مجرم ہے۔ جس کے پاس جتنا اختیار ہے وہ اتنا ہی بڑا مجرم ہے۔ اگر ہم دین و دنیا کی فلاح چاہتے ہیں تو پوری قوم کو اس کوتاہی کے ازالے کے طور پر پاکستان کو حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے سنجیدہ کوشش کرنا ہوگی۔ (جاری کردہ: نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

تمام کام محکمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دے گا۔ یہ محکمہ لوگوں میں نیکی اور بھلائی کے لئے آگاہی پیدا کرے گا' اُن کی ذہن سازی کرے گا۔ وہ اسلامی ثقافت اور نظریے کی اشاعت کے لئے میڈیا کو استعمال کرے گا۔

یہ وہ چند چیزیں ہیں جو اسلامی ریاست کے لئے ناگزیر ہیں۔ اگر اِن پر عمل کیا جائے تو ہر شخص کو اُس کا جائز مقام ملے گا' کامل عدل وانصاف ہوگا اور مثالی امن وامان قائم ہوگا۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں طالبان نے ایک درجے میں شریعت نافذ کی۔ اگرچہ ابھی اسلامی نظام کے تمام خدوخال نمایاں نہ ہو سکے تھے۔ وہ مالیاتی اور تعلیمی نظام کو ابھی پورے طور پر قائم نہ کر سکے' کیونکہ انہیں اتنی مہلت ہی نہیں ملی۔ ابھی تو وہ اِس نظام کی جانب پیش رفت کر رہے تھے لیکن انہوں نے جو شرعی حدود نافذ کیں' اُن کی بھی بہت سی برکات ظاہر ہوئیں۔ چنانچہ امن وامان قائم ہوا' جرائم کا خاتمہ ہو گیا' اور لوگوں کو فوری اور سستا انصاف میسر آیا۔

طالبان کا قائم کردہ نظام تمام تر مخالفتوں کے باوجود استحکام کی جانب گامزن تھا۔ بالآخر نائن الیون کا ڈرامہ رچایا گیا' اور اسامہ بن لادن اور ملا عمر کو اِس کا مجرم ٹھہرا کر امریکہ اور اتحادیوں نے افغانستان پر یلغار کر دی۔ مقصد اِس کے سوا کچھ بھی نہ تھا کہ اسلامی حکومت کا آغاز ہی میں خاتمہ کر دیا جائے' تاکہ اِس شجر کو برگ وبار لانے کا موقع ہی نہ ملے۔ یہ سب کچھ اِس لیے کیا گیا تاکہ نظام شریعت کی برکات کہیں دنیا پر آشکارا نہ ہو جائیں۔ اقبال نے بہت خوبصورتی سے ابلیس کی زبان سے شریعت کے آشکارا ہونے کے اندیشہ کو بیان کیا ہے۔

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظِ ناموسِ زن' مرد آزما' مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوعِ غلامی کے لیے
نے کوئی فغفور و خاقاں' نے فقیرِ رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب!
پادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

نفاذ اسلام کے ضمن میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ ریاست میں کس کا تصور اِسلام نافذ ہوگا' پرویز مشرف' شوکت عزیز اور منکرین سنت کے اُس پرویزی ٹولے کا جو اسلامی نظریاتی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت میں براجمان ہے' یا پھر اُن جید علمائے کرام کا جو ہمارے معاشرے میں دین کے حوالے سے سند مانے جاتے ہیں' جو قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ سنت رسول ﷺ کو بھی شریعت اسلامی کا بنیادی ماخذ مانتے ہیں۔ تو اِس کا جواب بالکل واضح ہے۔ دین کی بنیاد قرآن حکیم اور سنت رسولؐ ہے' اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا اِس پر اتفاق ہے۔ لہٰذا اسلام کی تعبیر وتشریح یہی مستند علمائے کرام کریں گے۔ اور انہی کا تصور اسلامی ریاست میں نافذ ہوگا۔ وہ لوگ کہ جو دین وشریعت کے بنیادی اصولوں اور تعلیمات سے بھی آگاہ نہیں' وہ جو سنت رسول ﷺ کا انکار یا استخفاف کرتے ہیں' اُن کی تعبیرات اور تصورات کو اسلام کا نام دے کر ہرگز نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن حکیم کے ساتھ ساتھ سنت بھی شریعت کا بنیادی ماخذ ہے۔ اُس کے منکرین کی تعبیرات کو حقیقی اسلام نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اقبال کہتے ہیں ۔

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

ہم حکمرانوں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ روشن خیالی اور ماڈریشن کے نام پر جو کچھ تم کر رہے ہو یا تمہارے منظورِ نظر لوگ سنت کے بغیر اسلام کی تعبیرات کر رہے ہیں' یہ اسلام کا حقیقی تصور نہیں۔ اسلام وہ ہے جو رسول خدا نے پیش کیا اور جس پر آپؐ اور آپؐ کے جلیل القدر صحابہؓ نے عمل کی روشن مثالیں قائم کیں۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو' وہ شیطنت ہے۔ خدارا اس سے باز آ جاؤ۔

جب بھی نفاذ اسلام کی بات ہوتی ہے تو اُس پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کس مکتب فکر کا اسلام نافذ کیا جائے' دیوبندی' بریلوی یا اہلحدیث کا۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر فروعی اختلافات کے باوجود نفاذ شریعت کے معاملے پر متفق ہیں۔ اِس مسئلے پر اُن میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جسٹس منیر نے بھی نفاذ اسلام کے مطالبے پر یہ اعتراض کیا تھا۔ اُس وقت تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام اکٹھے ہوئے اور اسلام کے نفاذ کے سلسلے میں حکومت کو متفقہ طور پر بائیس نکات پیش کئے' تاکہ نفاذ اسلام کے سلسلے میں یہ عذر باقی نہ رہے۔ یہ بائیس نکات تاریخی دستاویز ہیں اور ہماری نظریاتی جدوجہد کی تاریخ میں انہیں لینڈ مارک کی حیثیت حاصل ہے۔

اسلامی ریاست کا ایک اور پہلو فلاحی ہے۔ یعنی یہ ریاست فلاحی ریاست (welfare state) ہوتی ہے۔ جیسا کہ دور خلافت راشدہ میں ہوتا تھا۔ فلاحی ریاست ایسی ریاست کو کہتے ہیں جو اپنے شہریوں کی جملہ بنیادی ضروریات کی کفیل ہو۔ وہ ایسا نظام قائم کرے کہ جس میں ہر شخص کی رہائش' خوراک' لباس' تعلیم اور علاج معالجہ کی ضرورتیں پوری ہوں۔ بے روزگاروں کو روزگار یا روزینہ ملے۔ اسلامی ریاست کا تصور تبھی مکمل ہوتا ہے جب اِس کے ساتھ ویلفیئر کا انتظام بھی کیا جائے۔ اسلامی نظام جسے خلافت کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کی رحمت للعالمینی کا مظہر ہے۔ اس نظام کے تحت ریاست تمام افراد معاشرہ کی بنیادی ضروریات کی ذمہ داری لیتی ہے۔ ہمیں اس کا بہترین نمونہ عہد خلافت راشدہ میں ملتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تمام بے روزگاروں کے لئے وظیفہ مقرر کیا' یتیموں محتاجوں کی کفالت اور روزینے کا اہتمام کیا۔ یہاں تک کہ ایک بچے کے پیدا ہوتے ہی اُس کا وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ اِسی طرح وہ بوڑھے جن کی کفالت کرنے والا اور کوئی نہ ہوتا تھا' اُن کے لئے بھی وظائف مقرر کئے گئے۔ اور اِس معاملے میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی تمیز نہیں کی گئی۔ اِس تصور کو یہاں تک بڑھایا گیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو روز قیامت عمر سے باز پرس ہوگی۔ اِسی نظام کے نتیجے میں ایک وقت وہ بھی آیا کہ لوگ مدینہ کی گلیوں میں زکوٰۃ لئے پھرتے تھے کہ شاید کوئی مستحق زکوٰۃ مل جائے' مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملتا تھا۔

بنیادی ضروریات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ اسلامی فلاحی ریاست میں ہر شخص کو عدل وانصاف میسر آتا ہے اور اُس کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ ہوتی ہے۔ قرون اولیٰ میں اِسی عادلانہ منصفانہ فلاحی نظام کو دیکھ کر کروڑوں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے' اور انہوں نے اسلامی کلچر اختیار کیا۔

ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا' مگر افسوس کہ ساٹھ برس گزرنے کے باوجود ہم اُسے اسلامی فلاحی ریاست نہ بنا سکے۔ قانونی اور دستوری سطح پر نفاذ اسلام کی جانب جو تھوڑی بہت پیش رفت کی تھی' آج اِس سے بھی پسپائی اختیار کی جا رہی ہے۔ رہی سہی اسلامیت اور دینی اقدار کو ملیامیٹ کیا جا رہا ہے۔ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نعروں کے تحت اسلام کے روشن چہرے کو مسخ کرنے کی ناپاک اور مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔

اسلامی فلاحی ریاست کے تصور سے انحراف کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ پاکستانی عوام کو خوراک' لباس' رہائش' تعلیم اور علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات میسر آ سکیں اور نہ اُن کے حقوق کا تحفظ ہو سکا ہے۔ آج ملک کی بھاری اکثریت بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہے۔ غربت وافلاس نے گھر گھر ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ اور صورتحال اِس قدر تشویشناک ہو چکی ہے کہ لوگ غربت کے ہاتھوں تنگ آ کر خودکشیاں کر رہے ہیں۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر ملک میں اسلام نافذ نہیں ہو سکا تو اِس کا الزام کسی ایک فرد یا طبقے کو نہیں دیا جا سکتا' پوری قوم اس کی مجرم ہے' جس نے نہ صرف انفرادی زندگی میں اسلام سے پہلوتہی کی ہے بلکہ نفاذ اسلام کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس جرم میں بعض لوگوں کا حصہ کم ہے اور بعض کا زیادہ۔ بہرکیف ہمارے لئے نجات کی صورت یہی ہے کہ ہم اللہ کے حضور سچی توبہ کریں اور وطن عزیز میں نفاذ اسلام کے نبوی ﷺ مشن کی تکمیل کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ اسلام نافذ کر کے ہی ہم مسائل پر قابو پا سکتے اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اور ملک کا مستقبل سنور سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلامی نظام کے قیام کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

جامعہ حفصہؓ کی انتظامیہ اور حکومت کی خدمت میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد

وفاقی دارالحکومت اسلام آباد سمیت پورے ملک کی فضا جامعہ حفصہؓ اور حکومت کے مابین جاری تنازع کی وجہ سے انتہائی تناؤ کا شکار ہے اور اس تناؤ میں کمی کی بجائے روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ یہ تنازع کچھ عرصہ قبل اسلام آباد میں حکومت کی جانب سے بعض مساجد کی شہادتوں کے بعد شروع ہوا ہے' جس کے بعد جامعہ حفصہؓ کی طالبات نے ایک پبلک لائبریری پر قبضہ جما لیا جو تا حال جاری ہے۔ حکومت کا موقف ہے کہ شہید کی جانے والی مساجد قبضے کی اراضی پر تعمیر کی گئی تھیں' جبکہ دوسرے فریق کا موقف حکومتی موقف کی کامل نفی پر مبنی ہے۔ بعد ازاں حکومت کی جانب سے کچھ مساجد کے بارے میں یہ موقف بھی سامنے آیا کہ وہ انہیں دوبارہ تعمیر کرائے گی اور وفاقی وزیر اعجاز الحق کی علمائے کرام کے ہمراہ ان مساجد کی دوبارہ تعمیر کے لیے سنگ بنیاد رکھتے ہوئے تصاویر بھی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ مگر اس کے بعد بھی صورت حال جوں کی توں رہی اور جامعہ حفصہؓ کے منتظمین مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کا یہ موقف سامنے آیا کہ وزیر صاحب کی ساری کارروائی محض دکھاوا تھی اور مسجدوں کے بارے میں حکومتی موقف میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بہر حال ایک بات تو طے ہے کہ یہ تنازع حکومتی اقدام (action) کا ردعمل (reaction) ہے۔

اس تنازع کا اگر حقیقت پسندانہ جائزہ لیا جائے تو وہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے انتہا پسندی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور اس میں پہل حکومت کی جانب سے ہوئی ہے کہ اس نے مسجدوں کو مسمار کرنے جیسے انتہائی نازک معاملے میں علمائے کرام کو اعتماد میں نہیں لیا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ علمائے کرام سے پوچھا جاتا کہ ناجائز اراضی پر تعمیر ہونے والی مسجد کے بارے میں شرعی احکامات کیا ہیں؟ علمائے کرام کی آراء کے بعد اقدام کیا جاتا تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی۔ مگر حکومت نے خود ہی مسجدوں کو شہید کرنا شروع کر دیا جس نے اس تأثر کو تقویت دی کہ دارالحکومت میں مسجدوں کی شہادت امریکی ایجنڈے کی تکمیل کا حصہ ہے اور وفاقی دارالحکومت کے نمایاں مقامات سے مساجد کو ختم کر کے پاکستان کے سیکولر اسٹیٹ ہونے کے تأثر کو نمایاں کیا جا رہا ہے۔ پاکستان کے دینی مدارس اور مسجدوں کے بارے میں امریکہ اپنے منفی تأثرات کا اظہار کئی بار کر چکا ہے۔ اکثر دینی حلقے اس کارروائی کو اسی تناظر میں دیکھ رہے ہیں۔

اس مسئلے کے بگاڑ میں دوسرا اہم معاملہ صدر پرویز مشرف کی ''جرنیلی'' زبان کا ہے۔ گو اس جرنیلی زبان میں موجودہ عدالتی بحران کے بعد نمایاں تبدیلی آئی ہے' مثلاً انہوں نے پہلی مرتبہ تسلیم کیا ہے کہ عدالتی بحران میں ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں اور ''جیوٹی وی چینل'' کی سرکاری مشینری کے ہاتھوں توڑ پھوڑ کے بعد معافی مانگنا وغیرہ۔ مگر جامعہ حفصہؓ کے معاملے میں ان کی زبان میں ابھی تک مسئلۂ بلوچستان والی درشتگی پائی جاتی ہے جو مناسب نہیں ہے۔ اگر نیب کو مطلوب افراد کو کسی وقتی مصلحت کے تحت وزارتیں دی جا سکتی ہیں تو اس اہم نازک معاملے میں اتنی سختی کیوں دکھائی جا رہی ہے؟ میری رائے میں اس مسئلے پر علماء و مشائخ کا خصوصی اجلاس بلایا جائے اور فریق ثانی سے مذاکرات کیے جائیں۔ اس کے لیے صدر پرویز مشرف کو اپنے پیشرو ہم منصب اور ہر اعتبارات سے ''ہم پلہ'' سابق صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم کی مثال پیش نظر رکھنی چاہیے' جنہوں نے شیعہ بھائیوں کے پُر امن اور منظم احتجاج کے نتیجے میں انہیں حکومت کے زکوٰۃ آرڈیننس سے مستثنیٰ قرار دے دینے کی ''سبکی'' برداشت کر لی تھی۔ حکومتِ وقت کی خدمت میں ایک اور گزارش ہے کہ وہ ان ''نادان دوستوں'' کی تجاویز پر کان نہ دھرے' جو اس مسئلے کے لیے آپریشن گولڈن ٹمپل اور خانہ کعبہ کے قبضہ کو چھڑانے کے لیے ہونے والی کارروائی جیسا کوئی اقدام اصل حل قرار دے رہے ہیں۔ ایسے مشوروں سے نوازنے والے نہ تو حکومت کے اور نہ ہی عوام کے خیر خواہ ہیں' کیونکہ اس نوعیت کے مسئلے کا حل آپریشن نہیں ہوا کرتے۔

جامعہ حفصہؓ کے منتظمین کی خدمت میں گزارشات سے قبل راقم اپنے ایک ذاتی ضعف کا اعتراف اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے کہ میں نہ تو سکہ بند عالم دین ہوں اور نہ کسی مذہبی فرقہ یا جماعت کا پیشوا ہوں۔ میں صرف قرآن حکیم کا طالب علم ہوں اور اس کی روشنی اور سنتِ رسولؐ کی رہنمائی میں جو کچھ سمجھا ہوں اسے آپ کے سامنے پیش کرنے کی ہمت کر رہا ہوں اور اس امید کے ساتھ دعا گو ہوں کہ اگر بات صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ہماری رہنمائی کا ذریعہ بنا دے۔ آمین!

جامعہ حفصہؓ کے منتظمین اور طالبات کے رویے کے بارے میں راقم وفاق المدارس عربیہ کے موقف کو صد فیصد درست سمجھتا ہے کہ مطالبات جائز ہیں مگر ان مطالبات کے لیے اختیار کیا جانے والا طریق کار غلط ہے اور میں اس طریق کار کو خلافِ سنتؐ سمجھتا ہوں اور خلافِ سنتؐ طریق کار کو اختیار کرنے سے ماضی میں بھی تحریکوں کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ ان کی ناکامی کے دو عوامل ہیں۔ پہلا عامل یہ تھا کہ ہماری مذہبی جماعتوں نے سمجھا کہ ہم نے نظام تو وہی برپا کرنا ہے جو رسولِ کائنات ﷺ نے قائم کیا تھا مگر اس کے لیے ان کا طریقِ انقلاب تو پرانا یا متروک (out of date) ہو چکا ہے' لہٰذا اس کے بجائے انتخابات میں حصہ لے کر اسلام نافذ کیا جائے' جب کہ ہمارے ہاں کا انتخابی نظام جاگیردار اور سرمایہ دار کے زیر اثر ہے اور پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ ہمارے سامنے ہے کہ انتخابات میں ایک جاگیردار نہیں تو دوسرا جاگیردار' ایک سرمایہ دار نہیں تو دوسرا سرمایہ دار جیت جاتا ہے' اور مذہبی جماعتیں اگر کوئی سیٹیں جیت بھی جاتی ہیں تو بھی جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے سامنے ان کی ایک نہیں چلتی۔ جب اس طریق سے دینی جماعتوں یا تحریکوں کو خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تو دوسرا طریق کار یعنی تشدد کا راستہ اختیار کیا گیا اور اس میں بھی ناکامی ہوئی۔ بیلٹ (ballot) اور بلٹ (bullet) کے غلط طریقوں نے دینی تحریکوں کو کہیں کامیاب نہ ہونے دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا تھا' اس کے چھ مراحل تھے۔ اوّل انقلابی نظریے کی تبلیغ۔ ثانیاً انقلابی نظریے کو قبول کرنے والوں کی تنظیم سازی۔ ثالثاً انقلابی کارکنوں کی تربیت۔ رابعاً تشدد اور تعذیب کے جواب میں صبر محض (Passive Resistance) یعنی طاقت کے حصول تک ڈٹے رہو' برداشت کرو اور کسی تشدد اور تعذیب کے جواب میں کسی قسم کی جوابی کارروائی نہ کرو۔ خامساً انقلابی کارکنوں کی مناسب تعداد مہیا ہونے پر (اور وہ کارکن ڈسپلن کی پوری پابندی کرنے والے ہوں اور امیر کے حکم کے پابند ہوں) راست اقدام (Active Resistance) اور آخر میں براہِ راست تصادم یا مسلح تصادم۔ موجودہ حالات میں بھی منہج انقلاب نبویؐ کا انطباق ہو سکتا ہے' مگر اس کے ساتھ ساتھ ہمیں عمرانی ارتقاء (Social Evolution) کے تقاضوں کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا اور وہ یہ کہ انقلاب محمدی ﷺ کے آخری مرحلے یعنی مسلح تصادم (Armed Conflict) کے بارے میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ آج صورت حال یہ ہے کہ مذہبی تحریکوں کے کارکن بھی مسلمان ہیں تو حکمران بھی مسلمان ہیں۔ قائداعظم سے لے کر جنرل پرویز مشرف تک سب ہی حکمران مسلمان ہیں۔ دوسرا یہ کہ اُس زمانے میں 313 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضا کار تھے' تو کافروں کے ایک ہزار افراد بھی رضا کار ہی تھے' یعنی دوسری جانب بھی باقاعدہ تربیت یافتہ مسلح فوج نہیں تھی۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ اُدھر ٹینک' توپیں' میزائل اور بم ہوں اور اِدھر مجاہدین صرف تلواریں یا لاٹھیاں لے کر کھڑے ہوں۔ چنانچہ اُس دَور

میں نوعیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں تھا' صرف تعداد کا فرق تھا۔ آج عمرانی ارتقاء (Social Evolution) کے نتیجے میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ بغیر جنگ کے حکومت تبدیل کردی جائے اور وہ یہ ہے کہ پندرہ کروڑ کی آبادی کے ملک کے تین چار لاکھ تربیت یافتہ افراد اپنے امیر کی اطاعت قبول کرتے ہوئے ایک پُرامن' منظم عوامی تحریک برپا کردیں اور دورانِ تحریک کسی سرکاری اور غیر سرکاری املاک کو نقصان نہ پہنچائیں اور کسی قسم کی قانون شکنی نہ کریں' بلکہ اپنی جانیں دینے کو تیار رہیں' جس کو راقم ''یک طرفہ جنگ'' سے تعبیر کرتا ہے۔ اگر کسی حکومت کے خلاف اس طرح کی احتجاجی تحریک چلتی ہے تو ظاہر ہے اسے روکنے کی کوشش کی جائے گی۔ ہوسکتا ہے کہ فوج گولی بھی چلادے' لیکن پُرامن اور منظم تحریک کے نتیجے میں ایک وقت آئے گا کہ فوج ہاتھ اٹھادے گی کہ ہم مزید اپنے ہم وطنوں کو قتل نہیں کرسکتے' کیونکہ وہ کوئی قابض فوج نہیں ہوگی بلکہ قومی فوج ہوگی۔

موجودہ حالات میں فحاشی کے اڈے پر طالبات کا چھاپہ اور ویڈیو اور سی ڈیز کے دکانداروں کو دھمکیاں مسائل کا حل نہیں' بلکہ مسائل کو جنم دینے کا باعث ہیں۔ ایسے اقدامات سے مستقبل میں دینی تحریکوں کے لیے بھی مسائل جنم لے رہے ہیں' کیونکہ چند ہزار افراد کے ذریعے سے کسی معاشرے میں بد امنی تو پیدا کی جاسکتی ہے مگر مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ ماضی میں مسجد کے مسئلہ پر قبل از وقت اقدام کرنے والی ایک تحریک ''خاکسار'' بھی اب ایک ''یادگار'' ہی بن کر رہ گئی ہے' جب کہ اس کے برعکس ایرانی عوام نے پُرامن اور منظم تحریک کے ذریعے سے کئی سو سال سے قائم بادشاہت کا خاتمہ کردیا تھا۔ راقم اور پوری قوم جامعہ حفصہؓ کی طالبات کے جذبات کی قدر کرتی ہے مگر ان جذبات کو ابھی مزید سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ آج غلبۂ اسلام کے لیے جذبے کی کمی نہیں ہے' لیکن صحیح لائحہ عمل پیش نظر نہ ہونے کے باعث تحریکیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہیں اور ان کا حال بالفعل یہ ہوگیا ہے کہ ؎

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے!

(شائع شدہ ''جنگ'')

ہوئے ہیں اور سچی بات یہ ہے کہ عدلیہ نے بھی ابھی تک مصلحت وگریز کی راہ اپنا رکھی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بعض منطقوں کا رخ کرتے ہوئے اس کے پَر بھی جلتے ہیں۔

پاکستان کی ہمہ گونہ بے چہرگی کا ایک سبب تو وہی ہے جس کی طرف مسٹر جسٹس جاوید اقبال نے اشارہ کیا' یعنی یہ کہ سول حکومتوں نے ایجنسیوں کو حدوں میں رکھنے کے لئے موثر قانون سازی نہیں کی لیکن ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ عدلیہ بھی پورے عزم کے ساتھ اپنی قوت نافذہ کو بروئے کار نہیں لاسکی۔ دستور بنانے والوں نے آمریت کا راستہ روکنے اور جمہوری نظام کے استقرار کے لئے کیسی کیسی جابر شقیں نہ رکھیں لیکن معاملہ جب بھی عدالت میں گیا' آئین بے سروساماں ٹھہرا' اور نظریۂ ضرورت حاوی ہوگیا۔

عدلیہ کے آنسو ہمدردی اور غمگساری کے نہیں عزم اور قوت کے آئینہ دار ہونے چاہئیں۔ ملک کا کوئی ادارہ عدالتِ عظمیٰ سے برتر نہیں۔ وہ اپنے پیکر خاکی میں جان پیدا کرتے ہوئے فیصل فراز کی ماں کے ساتھ مل کر رونے کے بجائے اس کے آنسو پونچھے اور لاپتہ ہوجانے والوں کی حراست کے ایک ایک لمحے کا حساب مانگے۔ واقعی وقت آگیا ہے کہ عدلیہ کوئی ٹھوس قدم بھی اٹھائے۔

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالرزاق اویسی

میں اِک نعت کے بول تم کو سناؤں
ہے ممدوحِ رب جو میں گُن اُس کے گاؤں

کرے جسؐ کی سیرت کی تعریف خالق
میں اُسؐ کی اداؤں پہ قُربان جاؤں

میں ہوں اُمتی خاتم المرسلینؐ کا
ہوں خُوش بخت کتنا! نہ پھُولا سماؤں

ہے مدحِ نبیؐ رات دِن کا وظیفہ
اِسی سے ہی پیاس اپنے دِل کی بجھاؤں

رہی چُومتی آپؐ کے نقشِ پا جو
میں اُس راہ میں اپنی آنکھیں بچھاؤں

ہو ظاہر مصفّا تو باطن مجلّا
جو اس خاکِ پا کا مَیں سُرمہ بناؤں

ہُوں مقصودِ بعثت سے مَیں لاتعلق
گو ہر سال میلادِ نبویؐ مناؤں

مَیں کہتا ہوں نعتیں تو بھرتا ہوں جیبیں
مگر ڈھونگ عشقِ نبیؐ کا رچاؤں

اویسی بدوں اتباع خام ہے تُو
مَیں اِس راز سے آج پردہ اُٹھاؤں

بقیہ: کالم آف دی ویک

کی نذر کردیا گیا۔ یہاں کسی کو گھر سے اُٹھا کر مہینوں اور برسوں کے لئے غائب کردینے کا جواز کیا ہے؟ جسٹس جاوید اقبال کا سوال بجا ہے کہ جب قانون نافذ کرنے والے ادارے موجود ہیں تو کوئی ایجنسی کس قانون کے تحت کسی شخص کو اُٹھا کر غائب کرسکتی ہے؟ کس طرح متوازی حراست گاہیں بناسکتی ہے؟ کس طرح کسی شہری کی آزادی سلب کرسکتی ہے؟

یہ پہلو اور بھی زیادہ افسوسناک ہے کہ معاملہ سب سے بڑی عدالت تک پہنچ جانے کے بعد بھی حل نہیں ہورہا۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل روتے ہوئے رخصت ہوگیا کہ میں کچھ نہیں کرسکتا۔ سرکار کے اہلکار آئیں بائیں شائیں کا طرز عمل اپنائے

دنیا کے جادو

بنت الیقین

دنیا درحقیقت دین کی راہ کی منزلوں میں سے ایک منزل ہے یعنی جس سے گزرے بغیر دین کے اختتام (آخرت) تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ بالفاظِ دیگر انسان کی موت سے پہلے جو چیز قریب ہے اس کا نام دنیا ہے اور جو موت کے بعد قریب ہوتی ہے اس کا نام آخرت ہے۔

دنیا کی تخلیق کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہے کہ آدمی یہاں آخرت کے لئے سامان اکٹھا کر لے۔ انسان اپنی پیدائش کے وقت انتہائی سادہ اور کمزور ہوتا ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھرپور صلاحیت رکھی ہے کہ اپنی صفات کو کمال تک پہنچائے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو کرنے کے لئے اس دنیا میں جدوجہد کرے۔

انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے حواس سے پہچانتا ہے اور حواس کو ایک جسم چاہیے تھا اسی لیے انسان کو جسم عطا ہوا اور جب انسان کا جسم اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ انسان آخرت کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے تمام حواس کے ساتھ اُس سفر پر روانہ ہوتا ہے اور جسم کا لبادہ اسی دنیا کی مٹی میں دفن کر دیتا ہے۔ تو یوں سمجھیں کہ آخرت کے لئے جو توشہ اس نے کمانا تھا اس میں معاون آدمی کا جسم بنا جس کی مدد سے اس نے اپنے لیے نیکی یا بدی کمائی اور آخرت میں اپنا ٹھکانہ معین کیا۔

اس کی مثال یوں بھی دی جاسکتی ہے کہ جیسے حاجی کے لیے راہ حج پر جانے کے لیے اونٹ ہوتا ہے۔ اگرچہ حاجی بقدر ضرورت اونٹ کو چارہ ضرور دیتا ہے اور اس سے غافل نہیں ہوتا لیکن اگر وہ تمام دن اس سواری کو چارہ دینے اور سجانے میں صرف کر دے گا تو قافلہ سے پیچھے بھی رہ جائے گا اور حج کی سعادت سے بھی محروم ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح اگر آدمی دن رات بدن کی خبر گیری میں لگا رہے (جو درحقیقت اُس سواری کی مانند ہے جو اُسے منزل تک پہنچانے میں مددگار ہے) تو یقیناً سعادت سے محروم ہو جائے گا۔

دنیا کی اصل تین چیزیں ہیں جو بدن کی ضرورتیں کہلاتی ہیں۔ طعام، لباس، مسکن (گھر)۔ ان چیزوں کو اگر بقدر ''حاجت'' استعمال کیا جائے تو یہ مذموم نہیں لیکن اگر بقدر ضرورت سے زیادہ استعمال کریں تو یاد رکھنا چاہیے کہ انسانی ضرورتوں کی کوئی انتہا نہیں یہ بڑھانے سے بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ یوں دنیا کے حصول کی خواہش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور آدمی ''مقصد'' کو گم کر بیٹھتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاروت و ماروت کے جادوؤں سے دنیا کا جادو بڑھ کر ہے۔'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس دنیا کے جادو کا مکر و فریب خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔

جاننا چاہیے کہ دنیا کا پہلا جادو یہ ہے کہ دنیا خود کو آدمی پر اس طرح ظاہر کرتی ہے کہ گویا وہ اس آدمی سے محبت کرتی ہے۔ جبکہ دنیا درحقیقت سایہ کی طرح ہے جو انسان کے ساتھ ساتھ رہتا ہے مگر حقیقتاً وہ نہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نہ دیرپا ہوتا ہے۔

> حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: طالب دنیا ایسا ہے جیسے سمندر کا پانی پینے والا کہ جتنا زیادہ پیتا ہے اتنا ہی زیادہ پیاسا ہوتا ہے یہاں تک کہ اتنا پیتا ہے کہ ہلاک ہو جاتا ہے مگر اس کی پیاس پھر بھی نہیں بجھتی۔

دنیا کا دوسرا جادو یہ ہے کہ یہ ہمیشہ اپنے آپ کو آدمی کا دوست بتاتی ہے تاکہ اُسے اپنا عاشق بنا سکے لیکن پھر اچانک اُسے چھوڑ دیتی ہے جبکہ آدمی اس دنیا کو محبوب بنا کر چھوڑنا نہیں چاہتا۔

دنیا کا تیسرا جادو یہ ہے کہ اپنی ظاہری صورت کو آراستہ رکھتی اور اس کے پیچھے جو بلا اور مصیبت ہے اُسے پوشیدہ رکھتی ہے تاکہ نادان آدمی اس کے ظاہر کو دیکھ کر اس پر مر مٹے۔ بالکل ایسے جیسے بڑھیا یا بدصورت عورت نقاب لگا کر حسین لباس سے آراستہ اور سج دھج کر اپنے عاشق بنائے اور جب نقاب ہٹے تو وہ عاشق ذلیل و خوار ہو جائے۔

حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن دنیا کو انتہائی بری حالت میں لوگ دیکھیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ بدحال رسوا بری صورت کون ہے؟ فرشتے کہیں گے: یہ وہی دنیا ہے جس کے پیچھے تم آپس میں حسد، دشمنی کر کے ایک دوسرے سے لڑتے مرتے تھے۔ جس کی خاطر تم نے رشتہ داریاں چھوڑیں اور جس پر فریفتہ ہو گئے۔ پھر دنیا کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ کہے گی، اے اللہ! جو میرے عاشق اور دوست تھے وہ کہاں ہیں؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے اُن لوگوں کو بھی اس کے ساتھ دوزخ میں پہنچا دو۔

دنیا کا چوتھا جادو یہ ہے کہ اس کی لذات کے بدلے قیامت میں مصیبتیں اور ذلت ہے۔ جو اس کی جتنی لذت میں مبتلا ہوگا، اتنا ہی آخرت میں رسوا اور ذلیل ہو گا۔ ایسے آدمی کی مثال اُس شخص کی ہے جو بہت عمدہ اور خوب مرغن کھانا کھائے مگر زیادہ کھانے کی وجہ سے اُس کا معدہ خراب ہو جائے اور سب کے سامنے قے کر دے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ اُس کی منہ کی لذت ختم ہو کر منہ میں کڑواہٹ لگے گی بلکہ وہ جسمانی تکلیف بھی اٹھائے گا اور سب کے سامنے رسوا بھی ہوگا۔ یا یہ کہ جتنا بھاری، مرغن کھانا کھائے گا اتنا ہی بدبودار فضلہ خارج ہوگا۔ یہ حقیقت جان کنی کے عالم میں صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ آدمی جتنا اس دنیا کی رونقوں سے دل لگائے گا، اتنی ہی تکلیف جان نکلنے کے وقت پائے گا۔ دنیا کی رونقیں، باغات، نوکر، مکان اور سونے چاندی کو چھوڑنے کا رنج اُس کے لئے شدید اذیت کا سبب بنے گا۔

دنیا کا پانچواں جادو یہ ہے کہ اِس کے کام جو سامنے دکھائی دیتے ہیں وہ تھوڑے محسوس ہوتے ہیں۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس کام کی مصروفیت تو زیادہ نہیں ہوگی۔ مگر ہوتا یہ ہے کہ دنیا کے ایک کام سے سو اور دنیاوی کام نکل آتے ہیں اور یوں آدمی کی تمام عمر دنیا کے جھمیلوں میں گزر جاتی ہے۔ یہ جادو بھنور کے دائرے کی طرح ہے کہ جو اس کے بیچ آیا وہ ڈوبا ہی ڈوبا۔ اسی لیے حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: طالب دنیا ایسا ہے جیسے سمندر کا پانی پینے والا کہ جتنا زیادہ پیتا ہے اتنا ہی زیادہ پیاسا ہوتا ہے یہاں تک کہ اتنا پیتا ہے کہ ہلاک ہو جاتا ہے مگر اس کی پیاس پھر بھی نہیں بجھتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص پانی میں جائے اور تر نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی شخص دنیا کے کام میں لگے اور آلودہ نہ ہو۔

(امام غزالیؒ کی کتاب ''کیمیائے سعادت'' سے ماخوذ)

عدلیہ کا جواں مرد

نعیم اختر عدنان

جناب نعیم اختر عدنان نے ایک طویل عرصہ کی غیر حاضری کے بعد قلم اٹھایا ہے۔ وہ ندائے خلافت کی مجلس ادارت کے رکن بھی رہے ہیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ ''اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ'' ان کا تازہ مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ترجمان القرآن اور مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال نے ملت اسلامیہ کے بارے میں فرمایا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

حکیم الامت اور شاعر مشرق کے یہ الفاظ اسلام جیسے آفاقی و عالمگیر دین کی حامل اُمت اور اُس کے ایسے نابغۂ روزگار افراد کے بارے میں ہیں جو ''ناز کرتا ہے زمانہ ان انسانوں پر'' کے مصداق تاریخ کے اوراق میں آسمان کے تاروں کی طرح جگمگ کرتے نظر آتے ہیں۔

امت مسلمہ کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں ہر دور میں ایسے جرأت مند اور باکردار لوگ بکثرت نظر آئیں گے جنھوں نے اپنے کردار و عمل اور جراتمندی سے ثابت کیا کہ وہ پوری انسانیت کا فخر ہیں۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ایسے لوگوں پر رہتی دنیا تک ناز کیا جاتا رہے گا۔

آج سے چودہ صدیاں قبل مکہ کے گلی کوچوں میں قریش کے فرعونوں کے ہر قسم کے ظلم و ستم اور بہیمانہ تشدد کے باوجود میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کے نغمۂ توحید کی صدائیں بلند کرتے ہیں۔ اسلام کے دور سعادت یعنی خلافت راشدہ میں خاتون ہوتے ہوئے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا جبکہ فقرائے صحابہؓ کی جماعت میں سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سر بازار اور بر سر منبر ٹوک دیتے ہیں۔ امیر المومنین عورت کی رائے کو درست اور اپنی رائے کو خطا قرار دے کر اپنا نافذ کردہ آرڈیننس واپس لے لیتے ہیں اور اپنے لباس کے بارے میں وضاحت کرنے کو اپنے استحقاق کے خلاف نہیں سمجھتے۔ اس جیسے سینکڑوں واقعات تاریخ اسلامی کے روشن عہد کی وہ تابندہ کرنیں ہیں جن سے انسانیت آج بھی راہنمائی حاصل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہے۔

آج کے ترقی یافتہ عہد میں پاکستان کے عوام ''روشن خیال'' اور ''ترقی پسند'' حکمران کی حکمرانی کے سات سالہ عہد کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ ماہرین حکومت و سیاست ریاست و مملکت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حقیقی ریاست، پارلیمنٹ، حکومت اور عدلیہ کے مجموعے کا نام ہے۔ بعض لوگوں نے صحافت کو بھی ریاست کے ستونوں میں شامل کر رکھا ہے۔ چنانچہ لوگ کہتے ہیں تو ٹھیک ہی کہتے ہوں گے ہم نے بھی اس نظریے کو تسلیم کر رکھا ہے۔ آئین جہاں بانی اور رموز مملکت کے ان اصولوں پر ''بدقسمتی'' سے اہل کفر ہی عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ شاید انہی اصولوں پر قوم و ملک کی تعمیر مسلسل کرتے ہوئے ان ''کافروں'' نے اپنی قوموں اور ملکوں کو بام عروج پر پہنچا دیا۔

مسلمانوں نے جو خیر امت اور امت وسط کا اعزاز رکھتے ہیں اپنے زیر سایہ ہر ملک میں بادشاہت یا باوردی آمریت کے نظریہ وحدت ہی کو اپنا رکھا ہے۔ عالم اسلام میں آپ کو حکمران وقت کے علاوہ کسی ادارے کا مستقل وجود نظر نہیں آئے گا۔ یہی فلسفہ آپ کو سیاسی و مذہبی جماعتوں کے اندر بھی کارفرما نظر آئے گا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں گزشتہ سات سال سے ''جابر حکمران'' معاف کیجئے گا ''روشن خیال اور ترقی پسند فوجی کی حکومت ہے۔ جس کے خلاف ''باشعور'' دینی اور سیاسی قیادتیں عوام کو متحرک اور بیدار کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے سیاسی و مذہبی قائدین کی عظیم اکثریت ''یوں ڈم برداشتہ مادہ برآمد'' کے روپ میں کھڑی دکھائی دیتی ہے۔

مسلح افواج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے ذاتی انتقام کے جذبے کے تحت ملک کے منتخب وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کو اقتدار کے ایوان ہی سے نہیں ملک کی سرزمین سے بھی بے دخل کر دیا اور خود بلاشرکت غیرے ملک کے چیف ایگزیکٹو بن گئے۔ بعد ازاں وہ ملک کے آئینی اور جمہوری صدر مملکت جناب رفیق تارڑ کو بلاجواز فارغ کر کے رسوائے زمانہ ریفرنڈیم کے ذریعہ صدر پاکستان بن گئے۔ آئین مملکت کا دھڑن تختہ کرنے والے بہادر افواج کے سپہ سالار نے نیا پی سی او نافذ کر کے آئین کے محافظ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو فارغ کر دیا اور خود پیر پگاڑو کی طرح فنکشنل ہو گئے۔ مان لیتے ہیں میاں نواز شریف کا کوئی ''جرم'' تھا جس کی سزا آرمی چیف نے طاقت اور قوت کے بل بوتے پر انہیں دی مگر ظفر اللہ جمالی صاحب کو کس جرم کی پاداش میں وزارت عظمیٰ کے منصب جلیلہ سے فارغ کیا گیا؟ قوم آج تک اس فوری انصاف اور اعتدال پسندی کی وجوہات سے بے خبر ہے۔ شاید ظفر اللہ جمالی تنہائی میں شاعر کا یہ مصرعہ گنگناتے ہوں۔ ع ''جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں''۔ پاکستان کو عالم اسلام کی پہلی اور دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت بنانے والے محسن پاکستان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو قوم کے سامنے ''معافی'' مانگنے پر مجبور کر کے انہیں عملاً پس دیوار زنداں'' کی حامل زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اسی عہد پرویزی میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ''دارالخلافہ'' اسلام آباد میں خانہ کعبہ کی بیٹیوں (مساجد) کو خانہ کعبہ کی چھت پر اللہ اکبر کے نعرے لگانے والے حکمرانوں نے شہید کروا دیا۔ اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے ''بھاشن'' اور ''کاشن'' کے راگوں کی طرح گانے والے صدر مشرف کے عہد سیاہ کے یہ چند کارنامے ہیں جنہیں یار لوگ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

کا مصداق گرداتنے ہیں۔

یادش بخیر نیک بخت، نیک چلن، پارسا اور بھولی بھالی ایم ایم اے کی جوان سال، خوشحال اور خوشحال قیادت نے ''جلن جوکھوں میں ڈال کر'' جنرل مشرف کو باوردی صدر کی بجائے بے وردی صدر بننے پر ''آمادہ'' کر لیا تھا۔ جناب صدر نے بھی کمال مہربانی سے پوری قوم کے ساتھ ''عزیز ہم وطنو!'' کے الفاظ کے ساتھ وعدہ کیا کہ میں فلاں تاریخ کو وردی اتار دوں گا مگر وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا۔ قوم و ملک کے ''خیر خواہ'' آئین و قانون کی پاسداری اور اخلاق کے تقاضوں کو پورا کرنے والے فوجی صدر نے قوم اور ملک کے بہترین مفاد میں وردی اتارنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ ''رموز مملکت خواہش خسرواں دانند'' کے محاورے کے مطابق صدر مشرف سے بہتر حقائق کس کے علم میں ہو سکتے ہیں۔

صدر محترم کی تازہ بہ تازہ واردات سپریم کورٹ کے نیک نام اور عوام دوست چیف جسٹس پر کارگل آپریشن جیسا ''ایڈونچرازم'' ہے جس کے ذریعے جناب صدر نے چیف جسٹس کو آرمی ہاؤس کا چند گھنٹے مہمان بنانے کے بعد انہیں ''معطل'' کر کے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی طرح ہیرو سے زیرو بنانے کی کوشش کی ...... مگر چیف جسٹس نے ''جابر سلطان'' کے سامنے ''جھکنے'' یا دوسرے الفاظ میں ڈیل کرنے سے انکار کر دیا۔ جسٹس افتخار چوہدری کے اس ایک انکار پر پوری قوم خصوصاً وکلاء برادری سو جان سے فدا ہے۔ جسٹس افتخار چوہدری نے اپنے عمل سے ''جواں مرد'' ہونے کا ثبوت فراہم کر کے ملک کی مذہبی و سیاسی قیادت کو بھی آئینہ دکھایا ہے۔ اور غالباً صدر مشرف اسی آئینہ دکھائی کی جرأت پر پہلی دفعہ کچھ کچھ بدلے بدلے دکھائی دے رہے ہیں۔

پانچ قوتیں، چھ کلمے

سید قاسم محمود

شیخ بدیع الزماں نُورسی نے 1923ء میں جامع اُموی (دمشق) میں دس ہزار سے زیادہ افراد کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلام کے روشن مستقبل کی دوسری دلیل یہ دی کہ اسلام مادی ترقی اور دنیاوی خوشحالی کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پانچ قوتیں عالم اسلام کے معنوی تشخص میں مجتمع ہیں' اور ان پانچ قوتوں کا ایسا زور اور دباؤ ہے کہ اُنہیں مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔

عالمِ اسلام کی پانچ قوتیں

پہلی قوت وہ اسلامی حقیقت ہے جو تمام کمالات کی معلمہ ہے' جس نے ساڑھے تین سوملین مسلمانوں کو جسدِ واحد بنا رکھا ہے اور انہیں حقیقی تمدن اور صحت مند علوم وفنون سے مسلح کر دیا ہے۔ اس قوت کا مقابلہ دنیا کی کوئی چیز نہیں کرسکتی نہ اُسے شکست دے سکتی ہے۔

دوسری قوت وہ شدید ضرورت ہے جو تمدن اور تمام صنعتوں کی حقیقی معلمہ ہے۔ ضرورت یا اختراع ہی وہ قوت ہے جس کے لیے تکمیل کے وسائل ومبادی مہیا ہیں۔ یہی حال فقر و مفلسی کا ہے' جس نے ہماری کمر توڑ دی ہے۔ اس قوت کو ٹھنڈا کیا جاسکتا ہے نہ اسے مغلوب بنایا جاسکتا ہے۔

تیسری قوت وہ شرعی و قانونی آزادی ہے جو انسانیت کو بلند مقاصد کی تحصیل اور اعلیٰ اقدار تک رسائی کے لیے مسابقت کے طریقوں کو تعلیم دیتی ہے' جو ظلم و استبداد کو شکست و ریخت سے دوچار کرتی ہے' جو علوی جذبات و احساسات کو برانگیختہ کرتی ہے اور حسد و رقابت' مکمل بیداری اور متنوع سرگرمیوں اور تمدنی کارناموں کے لیے انسان کو آمادہ کرتی ہے' یعنی قانونی و شرعی آزادی کا مطلب ہے' انسانیت کے شایاں درجات کمال کی طرف لپکنے' آگے بڑھنے اور جست لگانے کا جذبہ۔

چوتھی قوت ایمانی شجاعت ہے جس میں شفقت و محبت کا آمیزہ بھی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مسلمان ظالموں کے سامنے سر نہ جھکائے اور مظلوموں کو ذلیل نہ کرے۔ دوسرے لفظوں میں آمریت اور استبداد سے مصالحت نہ کرے اور مسکینوں پر تحکم نہ جتائے اور اُن کے سامنے تکبر کا اظہار نہ کرے۔ یہ شرعی آزادی کی اہم ترین اساس ہے۔

پانچویں قوت اسلام کی عزت وشوکت یعنی اللہ کے کلمے کی سربلندی ہے۔ ہمارے زمانے میں اللہ کے کلمے کی سربلندی مادی ترقی اور حقیقی تمدن پر موقوف ہے۔ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہرگز نہ آئے کہ عالمِ اسلام اسلام کی عظمت و شوکت کی حفاظت کر کے ایمانِ قطعی کا ادراک کرے گا۔ عالم اسلام کی معنوی شخصیت ہی مستقبل میں اس امر قطعی کو حاصل کر سکے گی۔ جس طرح ماضی میں اسلام کے خلاف تعصب کے خاتمے' عناد و سرکشی کے استیصال اور عدوان و بغاوت کی بیخ کنی کے لیے تلوار ہی واحد ذریعہ تھی' اُسی طرح حقیقی تمدن' مادی ترقی اور حق و صداقت کی معنوی تلواریں ہی مستقبل میں دشمنوں کو مغلوب کریں گی اور اُن کی جمعیت کو منتشر کریں گی۔''

پہلا کلمہ: اسلام کی سربلندی

''جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ دنیائے اسلام کی پانچویں قوت اللہ کے کلمہ کی سربلندی ہے۔ یہی میرے نزدیک پہلا کلمہ ہے یعنی مادی ترقی اور حقیقی تمدن۔ تمدن اور ثقافت سے ہماری مُراد اُس کے نفع بخش اور مفید پہلو ہیں۔ بدقسمتی سے اس کے مُضر اور نقصان دہ پہلوؤں کو بعض احمقوں نے محاسن تصور کر لیا ہے۔ مُضر' نقصان دہ اور ہلاکت خیز تمدن نے جنگیں برپا کیں اور پوری انسانیت کو لہولہان کر دیا۔ تمدن کے محاسن و برکات اسلام کے فضل و برکت کے ظہور سے ہی وجود میں آئیں گے۔ آج یورپ جس تمدن اور ثقافت پر ناز کرتا ہے' وہ ہدایت اور نیکی کا منبع نہیں' بلکہ ہوا و ہوس' استبداد اور ناجائز مسابقت کا سرچشمہ ہے۔ اے برادرانِ اسلام! اے اہلِ ایمان! جب آپ کے سامنے مادی و معنوی ترقی کے تمام وسائل و ذرائع موجود ہیں' اور مستقبل میں خوشحالی و سعادت تک پہنچنے کے لیے ریلوے لائن کی طرح صراطِ مستقیم تیار ہے تو آپ مایوس کیوں ہوتے ہیں؟ آپ عالمِ اسلام کی معنوی رُوح کو بے وقعت کیوں سمجھتے ہیں؟ اور نامُرادی کے عالم میں یہ کیوں تصور کرنے لگتے ہیں کہ یہ دنیا اغیار کے لیے تو ترقی و خوشحالی کا گھر ہے اور مسلمانوں کے لیے پسماندگی' بدحالی اور ذلت کا مسکن ہے؟ اس طرح کی سوچ بہت بڑی غلطی ہے جس کے ارتکاب سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔''

دوسرا کلمہ: مایوسی کفر ہے

دوسرے کلمہ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ نُورسی نے فرمایا: ''میری زندگی کے تجربات نے مجھے یہ سبق سکھایا ہے کہ مایوسی سم قاتل اور کُفر ہے۔ یہی مرض تھا جس نے اُمت کو مفلوج کر دیا اور بیس ملین مسلمانوں کے ایک مشرقی ملک (ترکی) میں دوملین افراد پر ایک مغربی سلطنت مسلط ہوگئی۔ اسی مایوسی نے ہم سے ہمارے اوصاف حمیدہ چھین لیے اور ہمیں ذاتی نفع ونقصان کے احساس میں محصور کر دیا ہے...... اے عرب مسلمانو! اُمتِ مسلمہ نے آپ ہی سے متانت واستقامت کا درس لیا ہے۔ میں رحمتِ الٰہی کی بدولت پُر امید ہوں کہ عرب جلد ہی مایوسی سے دامن چھڑا لیں گے اور اسلام کی بہادر فوج (ترک مسلمان) کی طرف تعاون' خیر سگالی اور حقیقی وفاق کا ہاتھ دراز کریں گے اور مل جل کر ساری دنیا میں قرآن کا پرچم بلند کریں گے۔''

تیسرا کلمہ: صداقت وراست بازی

''صداقت و راست بازی اسلام کی اہم ترین اساس ہے۔ جی ہاں' صدق و صفا مسلمانوں کی اجتماعی و معاشرتی زندگی میں رشتۂ حیات ہے۔ ریا اور نمائش تو عملی جھوٹ کی ایک قسم ہے۔ اور مداہنت اور تصنع رذیل اور گھٹیا درجے کا جھوٹ ہے۔ اور منافقت سخت نقصان دہ جھوٹ ہے۔ خود جھوٹ کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر الزام اور افترا پردازی ہے۔ اس کے برعکس ایمان نام ہے صداقت کا۔ اس طرح صدق اور کذب' سچائی اور جھوٹ کے درمیان مشرق و مغرب سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ یہ ضروری ہے کہ جس طرح آگ اور پانی میں اختلاط نہیں ہوسکتا' اسی طرح صدق اور کذب میں بھی اختلاط نہ ہو' جبکہ اس وقت سیاستِ حاضرہ اور ظالمانہ تشہیر نے دونوں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ چنانچہ ہم نے بھی انسانیت کے اقدار و کمالات کو خلط ملط کر دیا ہے۔''

شیخ نے اِس امر کی بھی صراحت کردی کہ ''ضرورت یا مفادِ عامہ کی خاطر جھوٹ بولنے کی اجازت اگرچہ بعض علماء نے عارضی طور پر دے دی ہے مگر اس دور میں اس قسم کے فتاویٰ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اِن فتاویٰ کا غلط استعمال بہت زیادہ ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصلحت اور مفادِ عامہ تو شرعی احکام پر عمل کرنے میں پنہاں ہے۔ مثال کے طور پر سفر میں نماز قصر کرنے کی اجازت مشقت سے بچنے کے لیے دی گئی ہے' مگر یہ مشقت قصر کی علت نہیں ہے' کیونکہ مشقت کی کوئی متعین حد نہیں ہے' اس لیے سفر ہی

اس حکم کی علت ہے۔ اسی طرح مصلحت و مفادِ عامہ کو جھوٹ کے لیے علت قرار نہیں دیا جاسکتا' کیونکہ جھوٹ کی کوئی متعین حد نہیں ہے اور اس کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ شیخ نے یہ وضاحت بھی کی کہ آدمی کے سچے اور راست باز ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ ہر سچی بات کو موقع بے موقع دوہراتا رہے۔ اگر سچائی کا اظہار نہ کیا جاسکتا ہو تو وہاں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔ غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔''

چوتھا کلمہ: محبت اور خیر سگالی

شیخ نے فرمایا کہ ''چوتھا کلمہ محبت اور خیر سگالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت و اخوت اسلام کے مزاج و طبیعت اور اس کے اساسی روابط میں شامل ہیں۔ جو شخص نفرت اور دشمنی اپنے سینے میں پالتا ہے' اُس کی مثال اُس بچے کی ہے جس کا مزاج بگڑ چکا ہے' وہ رونا چاہتا ہے' اور رونے کے لیے کوئی وجہ' جواز ڈھونڈتا ہے۔ بسااوقات مچھر کے پَر سے بھی ہلکی چیز اُس کے رونے کا سبب بن جاتی ہے۔ نفرت اور دشمنی اپنے سینے میں پالنے والے شخص کی ایک اور مثال اُس زُود رنج اور بدشگونی لینے والے فرد سے بھی دی جاسکتی ہے جو کسی چیز کے بارے میں بھی خوش گمانی نہیں رکھتا' جب تک کہ بدگمانی بالکل ناممکن نہ ہو جائے۔ اس طرح ایک بُرائی کی وجہ سے دسیوں نیکیاں چھپ جاتی ہیں۔ یہ اُس اسلامی اخلاق کے منافی ہے' جو ہر ایک کے بارے میں خوش گمانی اور انصاف سے کام لینے کا تقاضا کرتا ہے۔''

پانچواں کلمہ: اسلامی وحدت

شیخ نورسی نے پانچواں کلمہ ''اسلامی رابطہ'' قرار دیا یعنی اتحاد بین المسلمین' جس کی مدد سے اُمتِ مسلمہ بنیان مرصوص بن سکتی ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ایک خاندان کی طرح باہم مربوط و متحد ہو سکتے ہیں۔ مختلف اسلامی گروہوں اور جماعتوں میں اسلامی اخوت کے اِس رابطے کو وجود میں آنا چاہیے تاکہ معنوی و مادی امور میں وہ ایک دوسرے کے دست و بازو بن سکیں۔ اس نکتے کی صراحت کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

''اس عظیم جامع مسجد میں موجود اور پچاس برس کے بعد جامعۂ عالمِ اسلامی (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی) کے وارث بھائیو! آپ میں سے کوئی یہ عذر پیش نہ کرے کہ ہم تو پُرامن ہیں اور کسی کو گزند نہیں پہنچاتے' لیکن ہم کسی کی طرف دستِ تعاون دراز بھی نہیں کر سکتے۔ اس طرح کا عذر نا قابلِ قبول ہے۔ آپ نے اتحادِ اسلامی اور اُمتِ مسلمہ کی حقیقی وحدت پیدا کرنے میں دلچسپی نہیں لی اور اس معاملے میں سہل انگاری کا ثبوت دیا' جس کا زبردست نقصان آپ کو پہنچا' اور وہ یہ کہ آپ نے حق کی حمایت و مدافعت نہیں کی۔ جس طرح ایک بُرائی ہزار بُرائیوں کا سبب بنتی ہے' اسی طرح ہمارے زمانے میں نیکی کا فائدہ نیکی کرنے والے تک محدود نہیں رہتا' بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو اس سے فیض یاب ہونے کا موقع ملتا ہے اور اُن کے درمیان مادی و معنوی رشتے اور روابط مستحکم ہوتے ہیں۔''

عربوں کو اسلامی وحدت اور دینی اتحاد کی دعوت دیتے ہوئے شیخ نے اِس اُمید کا اظہار بھی کیا کہ آئندہ چالیس پچاس برس کے بعد عرب ممالک متحد ہوں گے' جس طرح امریکا کی ریاستوں میں اتحاد ہُوا ہے' اور اُس وقت عرب اپنے کھوئے ہوئے بلند مقام کا احیاء کر سکیں گے' متحدہ اسلامی قیادت پیدا کریں گے اور نصف کرۂ ارض پر رحمتِ عام بن کر حکومت کریں گے۔ تاہم شیخ نے یہ صفائی بھی پیش کی: ''کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ میں اپنی اس تقریر سے آپ کو سیاست میں اُلجھانا چاہتا ہوں' ہرگز نہیں۔ اسلامی حقیقت ہر سیاست سے بلند و برتر ہے' اور سیاست اور اُس کی تمام صورتیں اور انواع اسلام ہی کی خادم ہیں۔ میں اپنے ناقص فہم کے مطابق یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے دور میں مسلمانوں کی اجتماعی و معاشرتی ہیئت کی مثال ایک کارخانے کی ہے' جس میں کئی موٹر' پہیے اور مختلف آلات اور مشینیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مشین بیکار ہو جائے یا ایک پُرزہ دوسرے پُرزے میں مل جائے تو بلا شبہ کارخانے کا میکانکی نظام معطل ہو جائے گا اور پورا کارخانہ بند ہو جائے گا۔ آج جبکہ ہمیں اسلامی ممالک کے اتحاد کے ادارے کو وجود میں لانا ہے' ایک دوسرے کی ذاتی و شخصی خطاؤں کو درگزر کیجیے اور انہیں زیادہ اہمیت نہ دیجیے...... ہمیں حد درجہ افسوس اور آزردگی کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اغیار (یا اُن کا ایک گروہ) جس طرح سستی اور گھٹیا قیمت کے بدلے' ہماری دولت اور ہمارے وطنِ عزیز پر قابض ہوئے' اسی طرح انہوں نے ہمارے اعلیٰ اخلاق اور اوصافِ حمیدہ کے ایک بڑے حصے کا سرقہ کر لیا' جس پر ہمیں فخر و ناز تھا۔ اِن اوصاف و اقدار کو انہوں نے اپنی ترقی و کامرانی کے لیے نظریۂ حیات باور کیا اور اس کے بدلے اپنی گھٹیا فطرت و طبیعت اور ادنیٰ اخلاق ہمارے حوالے کر دیئے۔''

شیخ نے اغیار کے ''اعلیٰ'' نقطۂ نظر کی وضاحت میں' جو انہوں نے مسلمانوں سے اخذ و استفادہ کیا' ایک مثال پیش کی کہ آج ترقی یافتہ اقوام کا حال یہ ہے کہ اُن کے ہر فرد کا رُجحان یہ ہوتا ہے کہ ''اگر مجھے موت آ جائے تو کوئی حرج نہیں' میری قوم کو ہر حال میں زندہ رہنا چاہیے' کیونکہ قوم زندہ رہے گی تو ہماری زندگی کی ضمانت بھی رہے گی۔'' جبکہ مسلمانوں کی خود غرضی' خود پرستی اور اپنی ذات میں مرتکز رہنے کا حال یہ ہے کہ بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی سے ایک مسلمان یہ اعلان کرتا ہے: ''اگر میں پیاسا مروں تو بارش نہ ہو'' اور یہ کہ ''اگر خوشحالی میرے نصیب میں نہیں تو کسی کے بھی مقدر میں نہ ہو۔'' یہ ابلیسی اور سفلی مزاج اور طرزِ فکر مسلمانوں کی میراث نہ تھی' یہ تو انہوں نے اغیار سے سیکھی۔ تثلیث کے پیروکار فرزندانِ توحید کا سارا اثاثہ اور تہذیبی میراث لے اُڑے۔ اس طرح کا طرزِ فکر محض حماقت' دین سے غفلت اور کم علمی اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نتیجہ ہے۔

چھٹا کلمہ: شوریٰ

شیخ نورسی نے خطبۂ شامیہ میں فرمایا: ''چھٹا کلمہ شوریٰ ہے۔ قرآن ہمیں تمام معاملات میں مشورہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جس طرح افرادِ انسانی کے درمیان افکار و خیالات کا تبادلہ' نتیجہ ہے باہمی مشاورت اور تاریخ کے اسباق سے استفادے کا' اور یہی سبب تھا انسانیت کی ترقی کا اور اُس ٹھوس بنیاد کا جس پر تمام علوم کی عمارت تعمیر ہوئی' اُسی طرح ایشیا کی پسماندگی کا اہم ترین سبب شرعی شوریٰ کو نظر انداز کرنا اور اس سے بے توجہی برتنا ہے۔ جس طرح افراد کے مابین مشاورت ناگزیر ہے' اسی طرح مختلف گروہوں اور ملکوں کے درمیان بھی مشاورت واجب ہے۔ مسلمانوں کو جس قسم کے استبداد نے محصور بنا رکھا ہے اور اُن کی عقل و فکر پر جو تالے پڑے ہوئے ہیں' انہیں وہ شورائی نظام ہی کھول سکتا ہے' جس سے شرعی حُریت اور آزادی جنم لیتی ہے۔ اخلاص اور باہمی رابطے سے جنم لینے والی مشاورت اُسی طرح کے نتائج پیدا کرتی ہے' جس طرح تین الف مل کر ایک سو گیارہ بن جاتے ہیں۔ حقیقی تعاون اور اخوت کے ماحول میں تین آدمی اپنی قوم کے لیے سو آدمیوں کے برابر ہوتے ہیں۔

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

راولپنڈی میں مقیم متوسط خاندان کی 27 سالہ M.Ed بیٹی کے لئے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0333-5287031

دعائے مغفرت

پشاور سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم محمد شعیب کی ہمشیرہ بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقاء و احباب سے بھی مرحومہ کے لئے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلھا وارحمھا و حاسبھا حسابًا یسیرًا

وقت آگیا ہے!

عرفان صدیقی

میں نے پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ کے اُس کورٹ روم کا منظر نہیں دیکھا جہاں مسٹر جسٹس جاوید اقبال کی سربراہی میں قائم بنچ لاپتہ افراد کے مقدمے کی سماعت کر رہا تھا اور میں نے اُس ساٹھ سالہ بوڑھی خاتون کی فریاد بھی نہیں سُنی جو عدالتی ادب آداب کے قرینوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اچانک اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں تھا اور اس کی آواز گہرے کرب سے بھرا گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر گویا ہوئی۔ ''میری عمر ساٹھ سال ہے۔ میری آخری عمر کا سہارا' میرا ایک ہی بیٹا تھا۔ اُسے بھی حساس اداروں نے گرفتار کر لیا ہے۔ مجھے کوئی پتہ نہیں کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ خدا کے لئے مجھے میرا بیٹا واپس دلا دو۔ میں اُسے ساتھ لے کر یہ ملک چھوڑ جاؤں گی...... کیا ایم آئی اور آئی ایس آئی اس ملک کے ادارے نہیں؟ کیا یہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں؟ آپ کے سامنے بھی نہیں؟ ہم کس کے پاس جائیں؟ کہاں فریاد کریں؟ کون ہماری دادرسی کرے گا؟''

اخباری رپورٹ کے مطابق فیصل فراز کی والدہ کی فریاد سُن کر کورٹ روم پر سکتہ سا چھا گیا۔ مسٹر جسٹس جاوید اقبال سمیت سب کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ یہ ایک ماں کی پکار تھی جو سنگ خارا کی فولادی چٹانوں کا جگر چیر دیتی ہے۔ میرے پاس وہ لفظ نہیں کہ میں اس ماں کے جذبہ و احساس کی ترجمانی کر سکوں' جس کا جوان سال بیٹا اُٹھا لیا گیا اور وہ کو بہ کو فریاد کرتی ہوئی سب سے بڑی عدالت تک آ پہنچی؟ میں یہ بیان کرنے سے بھی قاصر ہوں کہ وہ پہاڑ جیسا دن کس طرح گزارتی ہوگی اور نامہرباں شب کی اذیت ناک گھڑیاں کیوں کر بسر کرتی ہوگی؟ وہ ماں ہے اور شاید انگاروں پر لوٹتے وقت بھی اُس کی ممتا اسی سوچ کی سولی پر ٹنگی ہو کہ میرا فیصل فراز کہاں ہوگا؟ اُسے کچھ کھانے پینے کو ملا ہوگا یا نہیں؟ میں ایک ماں کو جانتا ہوں' جس نے کامل دس سال شدید گرمیوں میں بھی صرف اس لئے بجلی کا پنکھا نہیں چلایا تھا کہ پتہ نہیں جیل کی کوٹھڑی میں قید اس کے بیٹے کو پنکھے کی ہوا میسر ہے یا نہیں۔ اپنے جگر گوشوں کو منوں مٹی تلے دفن کرنے والی ماؤں کے زخم بھی ایک نہ ایک دن بھر جاتے ہیں لیکن گم گشتگان کی مائیں تو بے کل ہواؤں کی طرح صحراؤں میں بھٹکتی رہتی ہیں اور کسی آن نگاہوں سے دور ہو جانے والے کو بھولنے نہیں پاتیں۔

جسٹس جاوید اقبال کے ریمارکس میں عزم بھی تھا اور امید کی روشنی بھی...... انہوں نے کہا'' اس ملک کا ہر شہری محب وطن ہے۔ کوئی ایجنسی یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ صرف وہی محب وطن ہے۔ یہاں گڈ گورننس کے بہت نعرے لگائے جاتے ہیں لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ ہم درست سمت میں کوئی ٹھوس قدم بھی اٹھائیں۔ جب قانون نافذ کرنے والے ادارے موجود ہیں تو ایجنسیوں کا کیا کام ہے کہ وہ

> لاپتہ افراد کا المیہ' پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ کسی کو گھر سے اُٹھا کر مہینوں اور برسوں کے لئے غائب کر دینے کا جواز کیا ہے؟ جسٹس جاوید اقبال کا سوال بجا ہے کہ جب قانون نافذ کرنے والے ادارے موجود ہیں تو کوئی ایجنسی کس قانون کے تحت کسی شخص کو اُٹھا کر غائب کر سکتی ہے؟ کس طرح متوازی حراست گاہیں بنا سکتی ہے؟ کس طرح کسی شہری کی آزادی سلب کر سکتی ہے؟

لوگوں کو اٹھا کر لے جاتی ہیں؟ اُن کے ایسے آپریشن کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ ہم اغوا ہو جانے والے افراد کے ایک ایک دن کا حساب لیں گے؟ دنیا کے کسی بھی ملک میں ایک آدمی لاپتہ ہو جائے تو کہرام مچ جاتا ہے۔ یہاں یہ حال ہے کہ جس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اس پر دہشت گردی کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ دنیا دہشت گردی کی کوئی قابلِ قبول تعریف طے کرنے میں ناکام رہی ہے۔ ہمارے ہاں پارلیمنٹ موجود ہے' لیکن سوال یہ ہے کہ اس پارلیمنٹ نے ایجنسیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے کیا کیا ہے؟ اگر ریاست کا ہر ستون اپنے دائرے کے اندر کام کرے تو مسائل خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اس کا تصور بھی ہولناک ہے۔ جب تک کوئی نیا قانون نہیں آتا' ہم ایجنسیوں کی حدود کار کے لئے پالیسی گائیڈ لائن دیں گے تاکہ غیر قانونی حراستوں کے اس سلسلے کو روکا جا سکے۔''

جسٹس جاوید اقبال نے مزید کہا کہ ''جب سیاسی پارٹیاں اقتدار میں تھیں تو انہوں نے ان ایجنسیوں کو کنٹرول کرنے کے لئے قانون کیوں نہیں بنائے؟ اگر انہوں نے اچھے قانون بنائے ہوتے تو آج یہ مشکل پیش نہ آتی۔''

عالی مرتبت جسٹس جاوید اقبال کے ریمارکس کسی تبصرے کے محتاج نہیں۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری عدلیہ معاملے کی شدت اور گہرائی کا بخوبی اندازہ رکھتی ہے۔ اُسے پتہ ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ریاستی اداروں کے متوازی بلکہ اُن سے بالاتر ایک اور نظام بھی کام کر رہا ہے۔ جج صاحبان کو خبر ہے کہ صورتحال کس قدر بھیانک رُخ اختیار کر چکی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے ادارے اپنی حدوں کے اندر رہنے کا چلن بھول چکے ہیں۔ انہیں معلوم ہے کہ ملک ایک جنگل کی شکل اختیار کر چکا ہے اور شخصی آزادی کا دستوری تحفظ ایک مذاق بنا دیا گیا ہے۔

16 اکتوبر 1999ء کو صدر مشرف نے ایک سات نکاتی ایجنڈا پیش کیا تھا۔ آج یہ ایجنڈا گہری قبر میں دفن ہو چکا ہے اور اُس کے سرہانے لگے سنگِ مزار پر 7 نکات اپنا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ اس ایجنڈے کا ایک نکتہ فوری اور بے لاگ انصاف کی فراہمی بھی تھا۔ اس کی ایک جھلک میں نے گزشتہ روز خالد خواجہ کے حوالے سے پیش کی تھی جو پچھلے چار ماہ سے مختلف جیلوں میں گل سڑ رہا ہے۔ ضمانت ہوئی تو رہائی نہ ملی۔ مقدمہ واپس لینے کا سرکاری اعلان ہوا تو رہائی نہ ملی۔ ہائی کورٹ نے بری کر دیا تو رہائی نہ ملی۔ ہر بار ایک نیا مقدمہ بنا کر عدلیہ کے فیصلوں کو پُرزوں میں اُڑا دیا گیا۔ جب کوئی جواز نہ رہا تو جسٹس جاوید اقبال ہی کے بقول خالد خواجہ پر بھی دہشت گردی کا مقدمہ بنا دیا گیا۔ یہ اس قہرناک بندوبست کی خودسری ہے جو عدلیہ کی تعظیم و تکریم پر آمادہ نہیں۔ جو اُس کے ہر فیصلے کو پاؤں تلے روند دینا چاہتا ہے۔ جس کی خواہش ہے کہ اعلیٰ ترین عدلیہ بھی اُس کے سیکرٹریٹ کا ایک گوشہ بن کے رہ جائے۔

لاپتہ افراد کا المیہ' پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ یہاں کون سا قانون' کون سا ضابطہ' کون سا آرڈیننس اور کون سا ایکٹ موجود نہیں۔ کسی بھی شخص کو کسی بھی جرم میں پکڑ کر اپنی من پسند عدالت سے اپنے حسبِ خواہش سزا دلوائی جا سکتی ہے۔ جاوید ہاشمی کی مثال سامنے ہے جس نے ایک ایسا خط پڑھنے کا گناہِ کبیرہ کیا جو سینکڑوں لوگوں کے نام لکھا گیا لیکن وہ باغی اور غدار قرار پا کر لمبی قید (باقی صفحہ 9 پر)

☆ کیا گھر یا دفتر میں نماز باجماعت ادا کرنا درست ہے؟

☆ کیا جرائم اور گناہوں پر مبنی خبروں کو پڑھنا جائز ہے؟

☆ فرض نماز کے بعد جگہ تبدیل کر کے سنتیں پڑھنے میں کیا حکمت ہے؟ ☆ کیا تمباکو نوشی حرام ہے؟

پوچھے گئے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: بعض مساجد میں جگہ کی کمی کے باعث لوگ باہر سڑک پر کھڑے ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں' یہ جگہ ناپاک بھی ہو سکتی ہے' ایسے حالات میں کیا گھر پر نماز جمعہ پڑھنا جائز ہوگا؟

ج: عام طور پر مسجد کے قرب و جوار میں جگہ زیادہ ناپاک نہیں ہوتی' لہٰذا ایسی جگہ میں صفیں بچھا کر نماز ادا کرنا درست ہے' محض شک یا وہم کی بناء پر نمازِ جمعہ جیسی اہم عبادت سے رخصت نہیں دی جا سکتی۔ تاہم اگر جگہ کے نجس ہونے کا پورا یقین ہو اور کسی جائے نماز یا چٹائی وغیرہ کا بندوبست بھی ممکن نہ ہو تو اس صورت میں سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ کے ایک فتوے کی روشنی میں یہ اہتمام کر لینا چاہیے کہ صفوں کا باہمی فاصلہ کم کر دیا جائے' چاہے پچھلے افراد کو سجدہ کرتے ہوئے اگلی صف والوں کی پشت پر ہی سر کیوں نہ رکھنا پڑے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق ؓ نے ازدِحام (رش) کی صورت میں یہی حل تجویز کیا تھا۔

س: فرض نماز کے بعد لوگوں کا معمول ہوتا ہے کہ وہ جگہ بدل کر سنتیں اور نوافل پڑھتے ہیں۔ اس کی کیا حکمت ہے؟

ج: اس سلسلے میں بعض احادیث میں یہ ذکر ہوا ہے کہ فرض نماز کے بعد کوئی دوسری نماز پڑھنے سے قبل دونوں میں فرق کر لینا چاہیے خواہ جگہ بدل کر ہو یا کوئی گفتگو کر کے۔ جگہ بدلنے کی حکمت اہل علم نے یہ بیان کی ہے نماز کی جگہ روزِ قیامت انسان کے حق میں گواہی دے گی۔

(واللہ اعلم)

س: کیا گھر یا دفتر میں کچھ لوگوں کا اکٹھے ہو کر نماز باجماعت ادا کرنا درست ہے؟

ج: اگر گھر یا دفتر کے قریب کوئی مسجد نہ ہو اور دو یا دو سے زائد افراد نماز پڑھنا چاہیں تو باجماعت نماز ادا کرنا نہ صرف جائز و درست' بلکہ مستحب ہے۔

س: کیا مختلف اقسام کے جرائم اور کسی کی بدکرداری پر مبنی خبروں کو پڑھنا جائز ہے؟

ج: اسلامی تعلیمات اور مزاج شرع کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسی خبروں کی تشہیر و اشاعت ہی ناپسندیدہ ٹھہرتی ہے' کیونکہ شریعت دوسروں کی خامیوں کو عام کرنے کی بجائے ان کی ستر پوشی کی تلقین کرتی ہے' مزید برآں یہ خبریں جرائم اور فحاشی و عریانی کی ترویج کا باعث بھی بنتی ہیں۔ تاہم ایسی خبروں کی اشاعت جن سے جرائم کی حوصلہ شکنی اور عبرت انگیزی کا پہلو نمایاں ہو' مثلاً قاتل یا ڈاکو یا چور پر نافذ کی جانے والی سزا کی خبر درست ہے اور انہیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

س: کھیلوں کے بارے میں اسلام کا رویہ کیسا ہے' کیا کھیلنا وقت ضائع کرنے کے برابر ہے؟

ج: اسلام دینِ فطرت ہے اور زندگی کے ہر معاملے میں ایک متوازن اور معتدل حل عطا کرتا ہے۔ کھیلوں کے حوالے سے اسلام کی اصولی رہنمائی یہ ہے کہ کھیل ایسا نہ ہو جس سے محض وقت کا ضیاع ہو یا اس میں شریعت کی صریحاً خلاف ورزی ہوتی ہو جیسے ویڈیو گیمز' باکسنگ (جس میں مخالف کے چہرے پر شدید قسم کی ضربیں لگائی جاتی ہیں) وغیرہ۔ البتہ جن کھیلوں سے انسانی جسم میں قوت و نشاط کا احساس ہو اور بامقصد ہوں تو وہ پسندیدہ ہیں۔ مثلاً گھڑ سواری نیزہ بازی' تیراکی' مارشل آرٹ (اگر جہاد کی نیت سے ہو)

س: کیا تمباکو نوشی حرام ہے؟

ج: تمباکو نوشی کا مسئلہ اجتہادی ہے اور اس میں اہل علم کی آراء مختلف ہیں۔ بعض اس کی کراہت کے قائل ہیں جبکہ بعض حرمت کے۔ برصغیر اور عالم عرب کے معتبر علماء کی ایک بڑی تعداد کے نزدیک کثرتِ تمباکو نوشی حرام ہے۔ ان کے دلائل مختصراً حسب ذیل ہیں۔

1۔ ارشاد نبویؐ ہے: ((لَاضَرَرَوَلَا ضِرَارَ)) ''نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ نقصان اٹھاؤ' اور تمباکو نوشی کی عادت کے نقصانات پر پوری دنیا متفق ہے۔

2۔ قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ﴾ (البقرہ) ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔'' تمباکو نوشی کا مسلسل استعمال اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے ہی کے مترادف ہے۔

3۔ تمباکو نوشی سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے جس سے دوسرے افراد کو تکلیف ہوتی ہے اور عبادات کے وقت فرشتے بھی اس سے ایذا محسوس کرتے ہیں اس بناء پر احادیث میں عبادت اور مسجد میں آنے سے قبل ایسی اشیاء کھانے سے منع کر دیا گیا ہے جو بدبو کا باعث ہو۔

4۔ اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں ہوتا' لہٰذا اس پر پیسے خرچ کرنا' فضول خرچی کے زمرے میں آتا ہے جو شیطان کے بھائیوں کا کام ہے۔

ان دلائل کو دیکھتے ہوئے تمباکو نوشی کی حرمت کا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے' نیز احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

قارئین! کالم ''تفہیم المسائل'' کے لئے آپ اپنے سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیج سکتے ہیں۔

ٹی وی چینلوں کے گمراہ کن پروگرام
پیمرا نے آنکھیں کیوں بند کر رکھی ہیں؟

محترم مدیر ندائے خلافت! السلام علیکم!

ہم آپ کی وساطت سے یہ بات اربابِ اختیار' وزارت ثقافت اور پیمرا (پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی) تک پہنچانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی نوجوان نسل کو امریکی و یورپی اور بھارتی ایما پر گمراہ کرنے اور ان کی سیکولر ذہن سازی کرنے کے لیے کھلی ثقافتی یلغار کی جا رہی ہے' تاکہ پاکستان کے غیرت مند' باشعور اور محبِ دین وملت نوجوانوں کو دین سے دور اور اسلامی اقدار وروایات سے برگشتہ کیا جاسکے۔ ان کو بے مقصدیت کا شکار کر کے صرف اور صرف جنسیت اور مادیت کی طرف راغب کر کے مغربی روایات کی طرف مائل کیا جائے۔

اس مقصد کے لیے بعض پاکستانی چینلز کو مذکورہ ممالک سے کروڑوں ڈالرز کے فنڈ کی فراہمی اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی۔ یہ چینلز امریکی و بھارتی ثقافت کو اپنے پروگراموں اور ڈراموں کے ذریعے معصوم ذہنوں پر' جن میں نوعمر بچے اور نوجوان شامل ہیں' مسلط کر رہے ہیں۔ بھارتی اداکاروں کو آئیڈیل بنا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ پاکستانیت کو کمزور کیا جا رہا ہے۔ بھارتی لابی اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں آنے دے رہی۔ مثلاً پرائیویٹ چینل کے پروگرام ''گائے کی دنیا گیت میرے'' میں پاکستانیوں پر ہندو تہذیب مسلط کی جا رہی ہے۔ جب کہ ڈراموں میں بھی بھارتی کلچر کی جھلک اور میڈیا کی نقل واضح نظر آتی ہے۔ جب کہ آگ ٹی وی سے ''بھاپ یا آگ'' نامی پروگرام بھی لڑکوں لڑکیوں کو بے حیائی کی طرف راغب کر رہا ہے۔ پی ٹی وی کا پروگرام فلمی او پس نوجوانوں کو انڈین فلمیں دیکھنے کی ترغیب دے رہا ہے۔ اس طرح دیگر بے شمار پروگرامز بھی ایسے ہیں جو بے حیائی' عریانی' فحاشی پر مبنی ہیں اور نوجوانوں کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل کر معاشرے میں جرائم کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ پروگرام ایسے بھی پیش کیے جا رہے ہیں جن سے پاک بھارت سرحدوں کے خاتمے کا پیغام ملتا ہے جو دراصل بھارتی حکمرانوں کی بڑی خواہش ہے۔

پاکستانیت پر چرکے لگانے والے یہ چینلز آزاد ہیں۔ حکومت اور پیمرا کو چاہیے کہ وہ اپنے قوانین (2002ء) کی خلاف ورزی کے مرتکب چینلز کے خلاف قانونی کارروائی کر کے انہیں ضابطۂ اخلاق کا پابند بنائے اور نظریۂ پاکستان اور پاکستانیت کا مذاق اڑانے والوں کا محاسبہ کرے۔ آئینی طور پر پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ اسلامی ملک کے ان چینلز کو اسلامی تعلیمات اور اقدار وروایات پر مبنی ثقافت کو نوجوانوں میں عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی۔ اگر حکومت پاکستان اور پیمرا تا دیر خاموش رہے تو وہ دن بھی دیکھنا پڑ سکتا ہے جب عوام خود ان چینلز کا محاسبہ کریں گے۔ (عامر فاروق انجم)

✿✿✿✿✿

ندائے خلافت کے ٹائٹل پر ہجری تاریخ بھی درج کی جائے

محترم مدیر ندائے خلافت! السلام علیکم!

گزارش ہے کہ ندائے خلافت شمارہ کے ٹائٹل پر جہاں عیسوی تاریخ درج ہوتی ہے اس کے ساتھ ہجری تاریخ بھی درج کر دی جائے تو بہتر ہوگا۔ تاریخ کو یاد رکھنا اور حوالہ دینے میں آسانی رہے گی۔

امید ہے کہ آپ میری تجویز کو پسند فرمائیں گے اور اس کی اشاعت کا اہتمام فرمائیں گے۔

والسلام

سعید اظہر عاصم' ملتان

آپ کی تجویز بہت مناسب ہے۔ اسی شمارے سے ٹائٹل پر ہجری سال کی تاریخ بھی دی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

✿✿✿✿✿

میڈیا نے سب کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔
باکردار لوگ کسی کو نظر نہیں آتے

محترم مدیر ندائے خلافت! السلام علیکم!

محترم ذیشان دانش خان کا مضمون ''مسجد کے امام صاحب'' ندائے خلافت کے شمارہ نمبر 9 میں پڑھا۔ انہوں نے بالکل صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ آخری پیراگراف میں انہوں نے ہر داڑھی والے شخص سے ایک التجا کی ہے۔ اگرچہ وہ بھی صحیح ہے' لیکن میں اس کی تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہوں گا۔

آج کل صرف مولویوں نے ہی سنت داڑھی نہیں رکھی ہوئی' بلکہ داڑھی کی بہت سی قسمیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ مثلاً فیشن ایبل طلبہ کی داڑھی' روشن خیال دانشوروں کی داڑھی جو پہلی نظر میں ایسی لگتی ہے جیسے گھی والی روٹی پر چیونٹیاں چڑھی ہوتی ہیں۔ نیم مذہبی خشخشی داڑھی' کلہاڑا مارکہ (عرب ممالک کی نقل) داڑھی' خاندانی (سندھی اور پٹھانی) داڑھی وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جو کبھی کبھار مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو صرف جمعہ کے روز ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو نماز بالکل ادا ہی نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کے لئے آپ کی التجا ایسے ہے کہ ''پتھر پر بوند پڑی نہ پڑی''۔

ایک اور گزارش ہے کہ ایک ہزار مولویوں میں سے اگر ایک شخص سے فطری کمزوری کے سبب لغزش یا گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو ہمارا معاشرہ اور میڈیا اس بات کو اتنا اچھالتا ہے کہ ناک میں دم آ جاتا ہے۔ جبکہ داڑھی منڈھے یا فیشنی داڑھی والے اگر 30,20 فیصد لوگ بھی یہی گناہ کریں تو میڈیا اور معاشرے کی ماں مر جاتی ہے' کہیں شور نہیں ہوتا۔

ہر وہ شخص جو سنتِ رسول ﷺ سمجھ کر داڑھی رکھتا ہے' اس کا اخلاق بفضلِ تعالیٰ نسبتاً اچھا ہی ہوتا ہے۔ عریانی' فحاشی اور بدکردار روشن خیال میڈیا کی موجودگی میں نمونہ کون دیکھتا ہے۔ میڈیا نے سب کی آنکھیں چندھیا دی ہیں۔ اس لئے باکردار لوگ کسی کو نظر نہیں آتے۔

والسلام

سید محمد افتخار احمد' لاہور

میڈیا کے نامور سکالر جاوید احمد غامدی کے فکری تفردات' تجدد پسندانہ نظریات اور ان کے پیش کردہ روشن خیال تصورِ اسلام کا قرآن وسنت کی روشنی میں علمی محاکمہ اور تحقیقی تجزیہ

جاوید احمد غامدی کے متجددانہ نظریات پر منفرد اور مستند کتاب

فکرِ غامدی

ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

تالیف:

حافظ محمد زبیر' حافظ طاہر اسلام عسکری

شعبہ تحقیق اسلامی' قرآن اکیڈمی لاہور

☆ معیاری کمپیوٹر کمپوزنگ ☆ اعلیٰ سفید کاغذ ☆ عمدہ طباعت

☆ صفحات: 128 ☆ قیمت: 70 روپے

شائع کردہ: **مکتبہ خدام القرآن لاہور**

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501

website : www.tanzeem.org email : maktaba@tanzeem.org

تنظیم اسلامی کوئٹہ کے ذمہ دار رفقاء کا دورۂ اوستہ محمد و بھاگ ناڑی

30 مارچ بروز جمعہ تنظیم اسلامی کے چار ذمہ دار رفقاء نے اوستہ محمد شہر اور بھاگ شہر کا دورہ شروع کیا۔ سب سے پہلے رفقاء اوستہ محمد پہنچے‘ جہاں پہلے سے موجود رفیق تنظیم و نقیب اسرہ (کوئٹہ) نے ان کی آمد کے حوالے سے بنیادی کام کافی حد تک مکمل کیا ہوا تھا۔ چنانچہ کوئٹہ سے ایک بجے کے قریب رفقاء کی روانگی ہوئی اور تقریباً رات 9 بجے جب رفقاء وہاں پہنچے تو نماز عشاء اور کھانے سے فراغت کے بعد وہاں کے چیدہ چیدہ احباب سے ملاقات کی۔ یہ احباب ڈاکٹر صاحب کے خطاب پہلے سے سنتے آ رہے تھے اور کسی قدر تنظیم کی فکر سے بھی متعارف تھے‘ چنانچہ اس ضمن میں پہلا پروگرام محبوب سبحانی صاحب نے مختصر مگر جامع گفتگو کی صورت میں رکھا‘ جس کا عنوان تھا ”نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت اور اجتماعیت کی اہمیت“۔ بعد از پروگرام احباب کی جانب سے سوالات بھی آئے‘ جس سے ان کی دلچسپی معلوم ہوئی‘ اور ہمیں مزید حوصلہ ملا۔

اگلی صبح ایک پرائیویٹ سکول IK گرامر ہائی سکول کے اساتذہ کے ساتھ ایک نشست تھی‘ جس میں تقریباً 50 کے قریب اساتذہ نے شرکت کی۔ راقم الحروف نے فرائض دینی کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس کے بعد اوستہ محمد شہر کے دوسرے کنارے پر موجود دارالعلوم (مدرسہ) اوستہ محمد میں بعد نماز عصر جناب محبوب سبحانی نے منہج انقلاب نبوی ﷺ پر گفتگو کی۔ جس میں گزشتہ پروگراموں میں شریک احباب کی اچھی خاصی تعداد نے شرکت کی۔ آخر میں سوالات و جوابات ہوئے۔ بعد نماز مغرب راقم الحروف کا درس قرآن تھا‘ جو سورۃ الشوریٰ کی روشنی میں فریضہ اقامت دین کے حوالے سے تھا۔ علاقہ کے لوگ اس میں بھی شریک رہے۔ اس کے بعد تنظیم کے تعارف اور لٹریچر کی فراہمی کے حوالے سے گفتگو ہوئی‘ اور اس امید پر پروگرام اختتام پذیر ہوا کہ ان شاء اللہ یہاں سے کچھ لوگ ضرور اس کام میں شریک کار بنیں گے اور یہاں بھی تنظیم اسلامی کا یونٹ قائم ہوگا۔ بعد ازاں‘ اگلی صبح یعنی یکم اپریل کو رفقاء بھاگ شہر کے لئے روانہ ہوئے‘ جہاں دارالعلوم بھاگ کے علماء سے مفید ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں چند ایک انفرادی ملاقاتوں کے بعد یہ قافلہ واپس کوئٹہ کے لیے روانہ ہوا۔

اس دورہ میں امیر تنظیم اسلامی کوئٹہ خواجہ ندیم احمد‘ ناظم حلقہ بلوچستان محبوب سبحانی‘ اسرہ وسطی کے نقیب شیخ قدیر احمد‘ مبتدی رفیق ظفر اللہ مگسی اور راقم نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی میں برکت ڈالے اور اس کے دینی و دنیوی نتائج ہمارے حق میں بہتر کرے۔ (مرتب: عبدالسلام)

تنظیم اسلامی پنڈی گھیب کا ایک روزہ تربیتی اور دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی پنڈی گھیب کے زیر اہتمام یکم اپریل کو ایک روزہ تربیتی اور دعوتی پروگرام جامع مسجد فاروق اعظم بمقام کھوڑ میں منعقد کیا گیا۔ مقررہ تاریخ کی صبح مقامی امیر تنظیم اسلامی جناب عبدالرحمٰن نوید کی سربراہی میں 17 رفقاء پر مشتمل قافلہ کھوڑ کے لئے روانہ ہوا۔ جامع مسجد فاروق اعظمؓ کھوڑ میں جماعتِ اسلامی کے مقامی امیر جناب عثمان فاروقی اور دیگر رفقاء نے استقبال کیا اور دن بھر کے پروگراموں میں شرکت اور معاونت کی۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز صبح ساڑھے نو بجے تلاوت قرآنِ مجید سے کیا گیا۔ نقیب اُسرہ عثمان غنیؓ جناب منیر احمد نے درس دیا‘ جس میں توحید اور شرک کے مفہوم کو عام فہم انداز میں واضح کیا گیا۔ بعد ازاں ملتزم رفیق جناب قاضی حسین احمد نے درس حدیث دیا جس میں ایک انقلابی جماعت کے طور پر کارکنوں کے لئے نظم کے متعلق بھرپور انداز میں ہدایت اور نصیحتوں کا بیان تھا۔ تقریباً ساڑھے دس بجے جماعتِ اسلامی سے وابستہ بھائیوں اور احباب نے مہمانوں کی چائے سے تواضع کی۔ چائے کے وقفہ کے بعد نقیب اُسرہ جناب محمد طاہر نے تحریکی کارکنوں کے اوصاف کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ مقامی امیر عبدالرحمٰن نوید نے رفقاء تنظیم اسلامی سے مذاکرہ کے ذریعہ مذکورہ موضوع کو مزید واضح کیا۔ اِس کے بعد ملتزم رفیق قاضی محمد عارف نے سیرت النبی ﷺ پر روشنی ڈالی۔ مبتدی رفیق جناب فرحان تبسم نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کر کے حاضرین کے دل موہ لئے۔ تقریباً ساڑھے بارہ بجے دن کھانے اور آرام کا وقفہ کیا گیا۔ دوسری نشست نمازِ ظہر کے بعد اڑھائی بجے منعقد کی گئی‘ جس میں سب سے پہلے ڈاکٹر عبدالمالک نے مذہب اور دین کا فرق بیان کیا۔

بعد ازاں ملتزم رفیق جناب بشیر احمد نے دینی فرائض کا جامع تصور کو مختصراً بیان کیا۔ صوبیدار محمد حیات نے ہدیۂ نعتِ رسول مقبول ﷺ پیش کیا۔ تقریباً ساڑھے تین بجے رفقاء تنظیم نے جو چار جماعتوں میں منقسم تھے‘ علاقے کے بازار میں دعوتی گشت کیا‘ جس کے نتیجے میں نمازِ عصر کے وقت مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھر گئی اور شرکاء کی تعداد 250 ہوگئی۔ نمازِ عصر کے بعد جناب شفاء اللہ نے جو خصوصی طور پرواہ کینٹ سے تشریف لائے تھے‘ عظمت مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر ایمان افروز گفتگو کی۔ اُنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کو بڑے دلنشین انداز میں واضح کیا‘ اور سامعین کو آپؐ کے اُسوہ حسنہ کو اپنانے اور غلبہ دین حق کے نبوی مشن کے لیے اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تلقین کی۔ نمازِ مغرب کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: بشیر احمد)

بقیہ: اداریہ

تک اپنی سرزمین کا ایک انچ بھی نہیں کھویا۔ چین کی معاشی اور عسکری قوت سے امریکہ خوف زدہ ہے اور کہنے والے برملا کہہ رہے ہیں کہ آنے والا وقت چین کا ہے۔ جبکہ ہماری سیاست ابھی تک وڈیروں اور جاگیرداروں میں گھری ہوئی ہے۔ ہم پارلیمانی اور صدارتی نظام کا فیصلہ نہیں کر سکے۔

ہماری رائے میں ہماری پسماندگی اور ہماری شکست و ریخت کی اصل اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ایک پلاٹ اس ارادے سے حاصل کیا تھا اور اس ارادے کا واشگاف اعلان بھی کیا تھا کہ ہم اس پر مسجد بنائیں گے۔ 1951ء میں اس مسجد کی بنیادیں بھی قائم کر دیں لیکن پھر مسجد کی بنیادوں پر ہم نے شاپنگ پلازہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔ ہماری نیت میں فتور آ گیا۔ دنیا کی خواہش میں ہم اپنے وعدوں سے منحرف ہو گئے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس شاپنگ پلازہ کی تعمیر میں بھی ہم نے جعلی ناقص اور دو نمبر میٹریل کا استعمال کیا۔ بدترین واردات ہم نے یہ کی کہ اس شاپنگ پلازہ پر سائن بورڈ مسجد کا لگانے پر مُصر رہے۔ حالانکہ اس کی تعمیر ہی قبلہ رخ نہ تھی۔ قبلہ رخ تعمیر کیسے ممکن تھی جبکہ 1951ء کے بعد معمار اور میٹریل دونوں واشنگٹن سے درآمد ہوتے رہے۔ بہر حال رونے دھونے سے کچھ نہیں بنے گا۔ ضرورت ہے از سر نو عزم کرنے کی‘ اس عزم کو تازہ کرنے کی جس کا اظہار آزادی سے پہلے اس نعرہ سے ہو رہا تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ لیکن یاد رہے اس وقت یہ نعرہ اس لیے سودمند ثابت ہوا کہ مقصود ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلم آبادی والے رقبے کو پاکستان بنانا تھا اور اِس کے لئے مسلمان ووٹ کی ضرورت تھی۔ اب اس پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہے تو لا الٰہ الا اللہ پر عمل درآمد کی ضرورت ہے۔ اگر الٰہ ڈالر اور واشنگٹن رہا تو نعرہ بازی سے الٹا نقصان ہوگا۔ ریاست کا ہر ادارہ‘ معاشرے کا ہر فرد دیکھے کہ کہاں کہاں غیر اللہ کو الٰہ بنایا گیا ہے۔ عدلیہ یہ حلف لے کہ وہ ہر اس قانون کو نیست و نابود کر دیں گے جو قرآن اور سنت کے مطابق نہ ہو۔ ہم ہر بڑے چھوٹے سے ہر مرد عورت سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ دیانت داری سے جائزہ لے کہ ہم دنیا میں ذلیل و رسوا کیوں ہیں۔ سونا اگلنے والی زمین کے باسی غیروں کے مقروض کیوں ہیں۔ ہم 1971ء میں شکست و ریخت سے دوچار کیوں ہوئے۔ ہم ایٹمی قوت ہیں‘ لیکن ہم پر لرزہ کیوں طاری ہے۔ اس کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ہم نے دھوکے سے مسجد کے پلاٹ پر شاپنگ پلازہ تعمیر کرنا شروع کر دیا۔

ہمارا زاویۂ نگاہ یہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں کہ پاکستان میں پارلیمانی نظام ناکام ہوا‘ صدارتی نظام ناکام ہوا‘ مارشل لاء ناکام ہوئے‘ بیوروکریٹس کی حکومت ناکام ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر لانا چاہتا ہے۔ اللہ اس نظام کی طرف ہمیں لانا چاہتا ہے جس کا کیچ ورڈ عدل ہے۔ اللہ کرے کہ عدلیہ کی طرف سے چلائی گئی تحریک ہمیں اس نظام کی طرف کھینچ لائے جو اجتماعی عدل فراہم کرتا ہے۔ دیر آید درست آید!

ترکی میں بے چینی کے آثار

ترکی کی برسراقتدار جماعت جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی نے ترک حکومت کے وزیرخارجہ عبداللہ گل کو صدر کے عہدے کے لیے نامزد کیا تھا' اب انہیں پارلیمان سے مطلوبہ ووٹ لینے ہیں۔ پچھلے دنوں اس سلسلے میں ووٹنگ ہوئی تھی لیکن وہ مطلوبہ ووٹ حاصل نہیں کر سکے۔ اب جلد دوبارہ رائے شماری ہوگی۔

دریں اثنا عبداللہ گل کو صدر منتخب ہوتا دیکھ کر ترک فوج کے جرنیل گھبراہٹ کے مارے پہلو بدلنے لگے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ گل دینی مزاج رکھتے اور مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی اہلیہ سر پر چادر لیتی ہیں۔ ان علامات کے باعث ترک جرنیلوں کو خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ کہیں ان کی لادینیت ملیامیٹ نہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ چند دن پہلے ترک فوج کے سربراہ نے یہ بیان دیا کہ وہ اپنے سیکولر آئین کے دفاع کے لیے تیار ہیں۔ اس پر ترک حکومت کے ترجمان نے انہیں یاد دلایا کہ وہ وزیراعظم کے احکامات ماننے کے پابند ہیں لہٰذا وہ کھلم کھلا حکومت کو چیلنج نہ کریں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عبداللہ گل صدر بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اگر وہ بن گئے' تو ترک جرنیلوں کا کیا ردعمل ہوگا جو خود کو ترکی کے سیکولر آئین کا محافظ سمجھتے ہیں۔ ماضی میں جب بھی ترک حکومت کا جھکاؤ اسلام کی طرف ہوا' انہوں نے مارشل لاء لگا دیا۔ اب اگر ایسا ہوا' تو یہ ترکی کے لیے انتہائی تباہ کن ثابت ہوگا۔

امریکیو! مشرق وسطیٰ سے نکل جاؤ

امریکا کی میری لینڈ یونیورسٹی نے پچھلے دنوں بڑے اسلامی ممالک میں یہ دیکھنے کے لیے سروے کروایا کہ مسلمان مشرق وسطیٰ میں امریکیوں کی موجودگی کے بارے میں کیسے احساسات رکھتے ہیں۔ اس سروے سے انکشاف ہوا کہ زیادہ تر مسلمان چاہتے ہیں کہ امریکا مشرق وسطیٰ سے نکل جائے۔ نیز پاکستان' مصر' مراکش اور انڈونیشیا میں بیشتر مسلمانوں نے کہا کہ عراق' افغانستان اور خلیج فارس میں امریکی فوجیوں پر ہونے والے حملے درست ہیں۔

یہ سروے انڈونیشیا' پاکستان' مصر اور مراکش میں کیا گیا۔ اس سلسلے میں چار ہزار سے زائد افراد سے انٹرویو کیے گئے۔ مصر میں 92 فیصد مسلمان سمجھتے ہیں کہ امریکا کو اسلامی ممالک میں اپنے فوجی اڈے ختم کر دینے چاہئیں۔ اسی طرح ان ممالک کے 75 فیصد مسلمانوں کا خیال ہے کہ امریکا اسلامی دنیا کو کمزور اور مسلم امہ کو تقسیم کرنے پر تلا ہوا ہے۔

ایران مخالف افراد کی گرفتاری

حکومت پاکستان نے سو سے زائد ایسے مسلح اشخاص گرفتار کیے ہیں جو ایرانی حکومت کے خلاف تشدد پسندانہ کارروائیاں کرنا چاہتے تھے۔ مبینہ طور پر پاکستان کا صوبہ بلوچستان ایران مخالف سرگرمیوں کا مرکز بنتا جا رہا ہے۔ کچھ عرصہ قبل پاکستان سے جانے والے مسلح افراد نے ایران کی پاسداران انقلاب کے گیارہ فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ حکومت پاکستان ایران مخالف عناصر کو گرفتار کر رہی ہے۔ اسی طرح دونوں حکومتوں کے مابین خوشگوار تعلقات قائم رہ سکیں گے۔

اسرائیل سے معاہدۂ امن ختم ہو گیا

حماس کے مسلح ونگ خیرالدین قسام بریگیڈ نے پچھلے ماہ سے اسرائیل کے ساتھ معاہدۂ امن کر رکھا تھا۔ اب اس نے اعلان کیا ہے کہ یہ معاہدہ ختم ہو گیا' کیونکہ اسرائیلی فوج نے فلسطینیوں کو شہید کرنے کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک مغرور اور ہٹ دھرم اسرائیلیوں کو اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیا جائے گا' ان کی عقل ٹھکانے نہیں آئے گی۔

موغا دیشو میں جنگ جاری ہے

صومالیہ کے عبوری صدر' عبداللہ یوسف علی نے دعویٰ کیا ہے کہ موغا دیشو میں صومالی فوج نے اسلام پسندوں کو شکست دے دی ہے' تاہم ابھی وہاں حالات نارمل نہیں ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ موغا دیشو سے شہریوں کا انخلا جاری ہے۔ موغا دیشو میں یہ 91ء کے بعد بدترین لڑائی ہو رہی ہے جس میں کئی سو افراد مارے جا چکے ہیں۔

اسلام پسندوں کے مخالفین کو ایتھوپین فوج کی مدد حاصل ہے۔ تاہم وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اسلام پسند بے سروسامانی کے عالم میں بھی بڑی جی داری سے لڑ رہے ہیں۔ اگر انہیں بھی جدید اسلحہ مل جائے' تو وہ ایتھوپین فوج کو چھٹی کا دودھ یاد دلا سکتے ہیں۔

پاک' افغان سرحد پر باڑ

پاکستان اور افغانستان کے درمیان سرحد اڑھائی ہزار کلومیٹر لمبی ہے۔ حکومت پاکستان پینتیس کلومیٹر پر باڑ لگا رہی ہے' تاکہ سرحد پار سے آنے والوں کو روکا جا سکے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ حکومت افغانستان اس باڑ کی مخالفت کر رہی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ باڑ کا کام رکوانے کے سلسلے میں ممکنہ اقدامات کیے جائیں گے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ ایک طرف حامد کرزئی کہتے ہیں کہ پاکستان سے ''دراندازی'' ہو رہی ہے اور جب حکومت پاکستان نے باڑ لگانے کا فیصلہ کیا' تو اس فیصلے کی مخالفت شروع کر دی۔ حکومت پاکستان کے لئے یہ صورتحال کافی مشکلات کا باعث ہے۔ مگر غلط پالیسیوں کا انجام یقیناً غلط ہوتا ہے۔ حکمرانوں کو چاہیے کہ ہوش کے ناخن لیں اور اپنی غلط افغان پالیسی پر نظرثانی کریں۔

اسلامی لباس کی خلاف ورزی نہ کریں

ایرانی حکومت نے ہدایت کی ہے کہ تہران میں بسنے والی خواتین لباس پہننے کے سلسلے میں اسلامی اصول و قوانین کا خاص خیال رکھیں۔ جو خلاف ورزی کریں گی' انہیں انتباہ کیا گیا ہے کہ دارالحکومت میں ان کا داخلہ پانچ برس کے لیے بند کر دیا جائے گا۔ ایرانی قوانین کی رو سے خواتین کے لئے ضروری ہے کہ وہ سر ڈھانپ کر رکھیں' نیز ڈھیلا چوغہ پہنیں تاکہ ان کے جسمانی خطوط پوشیدہ رہ سکیں۔

نائیجیریا میں مسلمان صدر

پچھلے دنوں نائیجیریا میں صدارتی انتخابات ہوئے۔ یہ آبادی کے لحاظ سے افریقہ کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی 55 سے 60 فیصد آبادی مسلمان ہے تاہم عیسائی بااثر ہونے کے باعث اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ دونوں فرقوں کے مابین تعلقات خوشگوار نہیں' لہٰذا ان کے آپس میں فسادات ہوتے رہتے ہیں۔ نائیجیریا 1960ء میں آزاد ہوا تھا اور تب سے ملک میں کئی بار مارشل لاء لگ چکا ہے۔

ان صدارتی انتخابات میں برسراقتدار پارٹی کے امیدوار عمرو یارعدوا کامیاب ہو گئے ہیں۔ موصوف مسلمان ہیں اور وہ مئی کے آخر میں عیسائی صدر سے چارج لیں گے۔ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ اقتدار ایک سول صدر سے دوسرے سول صدر کو منتقل ہوگا۔

شاہ عبداللہ کا دورۂ عراق سے انکار

سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے عراقی وزیراعظم نوری المالکی کی دعوت پر عراق کا دورہ کرنے سے انکار کر دیا۔ شاہ عبداللہ عراق میں امریکی فوج کی موجودگی کے مخالف ہیں اور یہ کہ عراق امریکہ کی داخلی سیاست میں پھنس چکا ہے۔

time, they involve the victim in just a fraction of the overall criminal plan. The unknown/unintended cooperation in the crime is then later used to punish the victim. This is exactly how the BCCI was trapped. Irrefutable evidence demonstrates that the CIA funded the operation against the BCCI with drug money, earned through the organized selling of drugs to its own employees. According to the court transcripts of the BCCI case: "By late 1987, the agents had passed approximately $2.2 million derived from Don Chepe's proceeds through the IDC account, and had split the 7-8 percent commission profit with Mora and Don Chepe's representative Javier Ospina, without telling any BCCI officers about drugs."[2] Yet, it was the BCCI that paid the price.

The recent allegations of the ISI's spreading Islamization in South Asia is part of the overall pressure exerted to extract more obedience from Islamabad for strategic reasons. Unlike Mossad and the CIA with their long term plans, the ISI is nothing more than what its current masters want it to be. The allegations of its spreading Islamization are just nonsensical.

How is it possible for the commander in chief of the armed forces, hell bent on eradicating all traces of Islam from the constitution, the school curriculum and at home, to allow one of his strategic arm's, the ISI – presently holding hundreds of Islamic activists in illegal detention –to evangelize Islam!

No doubt Musharraf is bluffing his paranoid masters with the mantra of enlightened moderation to prolong his rule. To believe, however, that his pet agency is working with a strategic vision for the spread of Islam would be naïve beyond the farther reaches of imagination.

Notes:

[1] Dawn report, "ISI criticized at U.S. Senate hearing," March 22, 2003.

[2] U.S. District Court transcripts for the BCCI related case: U.S. Vs Amjad Awan et al 88-330-Cr-T-13(B) R48-791-49, 50 R67-1136-160, 161 and 162 R83-881-26,27, and 28 GE 3193.

تبصرہ کتب

نام کتاب: ''زلزلہ زحم اور زندگی''

مصنف: ڈاکٹر آصف محمود جاہ پبلشرز: گلفراز احمد' علم وعرفان پبلشرز 34۔اردو بازار لاہور

صفحات: 144 قیمت: 150 روپے تبصرہ نگار: فرقان دانش خان

اقبال ٹاؤن لاہور کے جہانزیب بلاک میں واقع فلاحی ہسپتال کے روح رواں ڈاکٹر آصف محمود جاہ نے 8 اکتوبر 2005ء کے زلزلے کا حال سنا تو ان کا دل غم واندوہ سے بھر گیا۔ انہوں نے فوراً اپنے دوست ڈاکٹروں سے رابطے کیے اور زلزلہ زدگان کی ضروریات کا سامان' دوائیں وغیرہ کر کے وہاں پہنچے۔ ڈاکٹر آصف جاہ اوران کی ٹیم نے اپنے ہم وطن بھائی بہنوں کی خدمت میں دن رات ایک کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا شوق مسیحائی انہیں بار باران بر باد وادیوں میں لے گیا۔ زیر نظر کتاب ان کے انہی دوروں کی روداد ہے۔ کتاب کے مندرجات پڑھ کر اس بات کا اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ وہ وہاں سے بہت سا درد اپنے ساتھ واپس لے کر آئے اور اب اس کتاب کے ذریعے پوری قوم کو اس درد کو بانٹنے میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اس کتاب سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس اجڑے دیار میں آج بھی انسانوں کی اکثریت زندہ لاشوں کی مانند اپنے روز وشب گزارنے پر مجبور ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے قاری کو بھی اپنی بے چینی میں شریک کرنا چاہتے ہیں' تاکہ ہم اس جانب سے نظریں چرانے کے گناہ کے مرتکب نہ ہوں۔ کیونکہ یہ کسی اکیلے شخص' حکومت یا ادارے کا کام نہیں بلکہ ان اجڑے دیاروں کی بحالی کے لیے ہمیں ایسے بہت سے کارواں درکار ہیں' جن کے میر کارواں ڈاکٹر آصف محمود جاہ جیسے لوگ ہوں۔

آفسٹ پیپر' عمدہ طباعت' امدادی سرگرمیوں کی تصاویر اور بامعنی رنگین سرورق نے اس کتاب کی افادیت کو دو چند کر دیا ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں زلزلہ زدہ علاقوں کے حالات اور امدادی سرگرمیوں سے متعلق ڈاکٹر آصف جاہ کے مضامین شامل ہیں' جبکہ دوسرے حصے میں اس کار خیر کے حوالے سے نامور کالم نگاروں کے کالم' آراء اور انٹرویوز کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا اور خرید کر دوسرے دردمند افراد کو تحفتاً دینا یقیناً صدقہ جاریہ ہے۔ اگر ہم ابھی تک ان زلزلہ زدگان تک نہیں جا سکے تو کم از کم اس کتاب کے ذریعے اپنے حلقہ احباب کو اس ذمہ داری کی طرف ضرور متوجہ کر سکتے ہیں' شاید کوئی اور ڈاکٹر آصف جاہ بھی ہمارے درمیان سے نکل کر ان مصیبت زدگان کے دکھوں کا مداوا کر سکے۔

☆ پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے تناظر میں لکھی گئی فکر انگیز تحریریں

☆ بے لاگ تبصرے ☆ حقیقت پسندانہ تجزیے ☆ سیاسی بصیرت اور فراست کی خوبصورت جھلک

بصائر

منتخب اخباری کالموں کا مجموعہ

از: بانی تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد

❁ سفید کاغذ ❁ عمدہ طباعت ❁ دیدہ زیب ٹائٹل ❁ صفحات : 130 ❁ قیمت : 65 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاھور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 03-5869501

website : www.tanzeem.org email : publictaions@tanzeem.org

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 17

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

ISI-Islam connection is as false as ISI and drugs

The latest CIA allegation levelled against the Pakistan intelligence agency, the ISI, is that it is spreading Islamization in South Asia in collusion with the Bangladesh intelligence agencies to set a trap of Islamic militants for India.

These allegations appeared in America's premier news intelligence service STRATFOR, which is also known as the CIA's cousin. Those who work for STRATFOR are also the leading figures in running discussion groups such as the Political Islam Discussion Group (PIDL) for infecting the debate about Muslims and Islam.

Such reports are part of the CIA's (read the US government's) long term scheme to undermine Pakistan, starting with neutralizing its armed forces and its intelligence agencies. To be fair, like the overall Pakistan military force, the much dreaded ISI has been used like a whore by the CIA in every possible way. At home, both the civilian and military dictators use the ISI as a draconian tool. But this is all that the ISI is: just a tool, without any strategic mission, vision or direction of its own.

For example, on June, 1999, a person criticizing Nawaz Sharif's for using Hosnie Mubarak's approach to crushing the opposition and prolonging his rule, wrote an article for which he was threatened to death by the ISI.

Interestingly, when the military government was in desperate need of allies at home and abroad, the same ISI and ISPR were ready to consider that very person for a ministerial portfolio for writing in favor of the military take-over after the October 12, 1999 coup.

Yet again two years later, the same ISI turned life of that person into a living hell when he exposed just the tip of a corruption iceberg, in NGOs, to which a sitting military governor was closely linked.

Such an experience clearly shows that the ISI serves whoever is in power in Pakistan. Since no one could rule Pakistan without assuring Washington that he or she is a better stooge, the broader strategic direction for the ISI remains the directive given it from Washington. The question is: Why then does the CIA come up with these allegations against the ISI?

The answer is simple: to extract more obedience from Islamabad in the near future and to facilitate the ditching of the ISI in the longer term. History shows that the U.S. government has previously attempted to use ISI crimes to press Pakistani governments into submission. The Washington Post published a report in its September 12, 1994 edition in an attempt to implicate the Pakistan army in drug trafficking. The News published the same report in October 1994. In 2003, the ISI faced severe criticism at a U.S. Senate briefing on the drug trade, a crime in which the CIA has been involved since 1960. Peter Dale Scott and Jonathan Marshall tell us in Cocaine Politics Drugs, Armies and the CIA in Central America, (University of California Press, 1991) that the CIA works with narcotics traffickers and then fights to suppress the truth. They conclude, the U.S. government "is one of the world's largest drug pushers."

Time and again, the U.S. lawmakers threatened the ISI and Pakistan with allegations of drug trafficking, yet ignored the fact that even if some military or ISI officials were involved in drug trafficking on a personal level, the amount they privately smuggled into the United States was no more than a fraction of the amount trafficked by the U.S. agencies. According to Paul Johnson: "By the end of the 1980s it was calculated that the illegal use of drugs in the United States netted its controllers over $110 billion a year." (Paul Johnson, Modern Times, New York: Harper Perenial, 1991 rev. ed., p.782.)

According to the San Diego Union-Tribune (August 13, 1996), Celerino Castelo—a former DEA agent—stated that together with three other ex-DEA agents, they were willing to testify in Congress regarding their direct knowledge of CIA involvement in international drug trafficking. Castillo estimates that approximately 75 percent of narcotics entered the United States with the acquiescence or direct participation of CIA and foreign intelligence agents.

In this backdrop, the March 2003 hearing of the U.S. Senate[1] was just another threat in the vast trap being laid for the Pakistani army for the next several years. Furthermore, ISI assets, Saeed Sheikh and Khalid Sheikh Mohammed were used in operation 9/11. The extent to which the ISI was dragged into the trap of 9/11 is not fully known. That, however, remains a time bomb for Pakistan. It didn't get diffused with the "termination" of former ISI chief General Mahmood Ahmad. It can explode at any time the US decides to disarm and neutralise Pakistan like Iraq.

The entrapment process adopted by the U.S. agencies is very simple. They plan and commit a crime of serious magnitude. They achieve their strategic objective behind the crime. At the same